مجلسِ ذکر

حصہ سوم

مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سابقہ امیر انجمن خدام الدین

دروازہ شیرانوالہ لاہور

سلسلہ قادریہ راشدیہ

لاہور

ہدیہ:

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ

پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر کرو ناشکری نہ کرو

افادات

مجلس ذکر حصہ سوم

از

حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ

سابقہ امیر انجمن خدام الدین لاہور

لشیع سلسلہ قادریہ راشدیہ دروازہ شیرانوالہ لاہور

رسوم ایک ہزار پنجاب پریس لاہور قیمت [redacted]

انجمن خدام الدین لاہور کے نسخہ

قرآن عزیز

بہ تحشیہ جدیدہ

عکسی طباعت سے مُزیّن

مرتبہ حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ھدیہ

مجلد قسم اوّل	مجلد قسم دوم	مجلد قسم سوم
آفسٹ پیپر	کرنافلی سفید کاغذ	مکنیکل گلیز کاغذ
۲۰/- روپے	۱۲/- روپے	۹/- روپے

محصول ڈاک دو روپے فی نسخہ زائد ہوگا

ناظم شعبہ تالیف و اشاعت انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور

فہرست مضامین

ضروری عرضداشت

اللہ تعالیٰ نے اپنے جن بندوں کی خدمت بسلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میرے ذمہ لگائی ہے۔ وہ جمعہ کی رات کو میرے پاس تشریف لاتے ہیں۔ انہیں بعد از مغرب سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ کے طریقہ پر ذکرِ جہر کراتا ہوں۔ اس لیے ان کو روحانی اصلاح کے پیشِ نظر کتاب وسنت کی روشنی میں کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں۔ یہ مجلس ذِکر کہلاتی ہے۔ مجلس ذکر میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے کہلوایا ہے۔ وہ افادۂ عام کے لیے کتابی صورت میں مسلمانوں کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور اس چیز کو مسلمانوں کی ہدایت اور میری نجات کا ذریعہ بنائے۔

آمین یا الٰہ العالمین

احقر الانام احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

۳ رجب ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۶ فروری ۱۹۵۶ء

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے سوا اللہ تعالیٰ سے محبّت کا تعلق پیدا ہو ہی نہیں سکتا

اَمَّا بَعْدُ - اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی یاد یعنی بندگی کے لیے پیدا کیا ہے - اس کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں -

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ — اور میں نے جنوں اور انسانوں کو جو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لئے۔

(سورۃ الذٰریٰت ع - پارہ ۲۷)

عربی دان حضرات ہی اس کلام کا زور سمجھ سکتے ہیں مَا اور اِلَّا حصر کے لئے آتے ہیں - عبادت کے سوا

اللہ کی طرف سے انسانوں اور جنّوں پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں کی گئی - مکان بنایا یا نہیں - کچّا بنایا یا پکّا - گائے بھینس رکھی یا نہیں - ان کے متعلق کوئی باز پُرس نہیں ہوگی - صرف یہ پوچھا جائے گا کہ عبادت کی تھی یا نہیں - اس کا جواب تیار کرنے کے لیے جنّوں اور انسانوں کو دنیا میں بھیجا گیا ہے -

آدم علیہ السلام کے زمانہ سے دو لائنیں آرہی ہیں اور یہ دونوں قیامت تک جائیں گی -

۱- خیر یا حق کی

۲- شرّ یا باطل کی

دونوں کے داعی ہمیشہ رہے ہیں - اب بھی ہیں - اور قیامت تک رہیں گے - خیر کی طرف دعوت دینے والے انبیاء علیہم السلام تھے - اور ان کے بعد ان کے دروازے کے غلام - شرّ کی دعوت دینے والے شیاطین ہیں - شیاطین انسانوں اور جنوں دونوں میں ہوں گے -

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا   اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے

لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ (۱۱۲) — لیے شریر آدمیوں اور جنوں کو دشمن بنا دیا۔

(سورۃ الانعام رکوع ۱۴ پارہ ۸)

سارے جن شیطان نہیں۔ ان میں سے بعض صحابۂ کرام بھی ہیں۔ قرآن مجید میں جنوں کے متعلق ایک مستقل سورت الجن موجود ہے۔ جس میں جنوں کے ایمان لانے کا ذکر ہے۔ روایات سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ جن حضورؐ کی دعوت کر کے آپ کو اپنے ہاں لے گئے تھے۔ اسی لئے حضور اکرمؐ نبی الثقلین ہیں۔ یعنی آپ کی بعثت جنوں اور انسانوں دونوں کی راہنمائی کے لیے ہوئی ہے۔

آج میں ایک خاص بات کہنی چاہتا ہوں۔ جو غالباً اس سے پہلے میں نے اس مجلس میں کبھی نہیں کہی۔ سورۃ آل عمران رکوع ۴ پارہ ۳ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي — ان سے فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو

يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ﴿۳۱﴾ تا کہ تم سے اللہ محبت کرے

اس ارشادِ باری سے واضح ہوتا ہے۔ کہ اگر انسان
اللہ تعالیٰ سے محبت کی لو لگانا چاہتا ہے۔ تو اس
کے لیے حضورؐ کا اتباع لازمی ہے۔ حضورؐ کا اتباع
کرنے والوں کو اللہ تعالےٰ اپنا دوست بنا لیتے
ہیں۔ ہندوؤں کے سادھو اللہ تعالےٰ کی رضا کے
لیے کتنی نفس کشی اور ریاضت کرتے تھے۔ میں
نے بعض سادھوؤں کو دیکھا ہے۔ کہ انہوں نے
اپنے بازو سکھا لیے۔ بعض ٹانگیں سکھا دیتے
ہیں۔ یہ ساری ریاضت اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے
کرتے ہیں۔ مگر چونکہ حضورؐ کا اتباع نہیں۔ اس لیے
ان کے مقابلہ میں ایک ادنیٰ کلمہ گو مسلمان کا
جو پانچ وقتہ نماز کا پابند ہے۔ اور رمضان کے روزے
رکھتا ہے۔ اللہ سے تعلق جُڑا ہوا ہو گا۔ کیونکہ یہ
اتباع نبی کریمؐ کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ جن کو باطن
کی آنکھیں دیتا ہے۔ ان کو نظر آتا ہے۔ کہ ان
سادھوؤں کا تعلق اللہ تعالےٰ سے کٹا ہوا ہوتا ہے

چونکہ توحید کا نور نہیں - اس لئے ان کی ساری ریاضت رائگان جاتی ہے - اللہ کے ہاں ان کی کوئی عبادت قبول نہ ہوگی - اسی طرح اگر عبداللہ جان اور محمد دین کا عقیدہ درست نہیں - دل میں قرآن پر معترض ہیں اور بظاہر مسلمان ہیں - ان کی بھی کوئی عبادت قبول نہ ہوگی -

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ	کیا تم کتاب کے ایک حصہ پر
الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ	ایمان رکھتے ہو اور دوسرے حصّہ
بِبَعْضٍ ج سورۃ بقرہ ع پ	کا انکار کرتے ہو -

پاک اور پلید مل جائے تو سب پلید ہو جاتا ہے ایمان اور کفر مل جائے تو ایسا ایمان اللہ کے ہاں مقبول نہیں - اس پر خوش نہیں ہونا چاہئیے کہ ہم مسلمان ہیں - دیکھنا یہ چاہئیے کہ کیا ہم حضورؐ کی تابعداری کر رہے ہیں - پنجابی اسلام ، بنگالی اسلام کشمیری اسلام - حضورؐ نے اس قسم کے ۲، ۷ کھوٹے اسلاموں کو مردود فرمایا ہے - سب کے لیے دوزخ کا وعید آیا ہے - ایک ناجی فرقہ ہے اس

کے متعلق جب صحابہؓ کرام نے دریافت کیا تو حضورؐ نے فرمایا ما انا علیہ واصحابی [جس راستہ پر میں اور میرے صحابہ ہیں] اگر پیر اس کے خلاف ہے۔ تو وہ خود بھی اندھا اور اس کے متبعین بھی اندھے ہوں گے۔ مسلکِ محمدیؐ کے خلاف کوئی عمل مقبول بارگاہِ الٰہی نہیں ہوسکتا۔ نام عبداللہ جان ہو اور اندر کفر، شرک اور نفاق اعتقادی ہو تو نام سے نجات نہ ہوگی۔ صاحبِ دل شکل دیکھ کر بتلا دے گا۔ کہ مردود بارگاہِ الٰہی ہے۔

حضرت امروٹی جو شجرہ میں بائیں طرف ہیں ان کا ایک خادم عبدالستار ہے۔ اب بھی زندہ ہے اور نیم پاگل سا ہے۔ مگر کامل کا عکس اس پر پڑا ہوا تھا۔ اس لیے اعلیٰ درجہ کا توحید پرست ہے وہ ایک دفعہ کسی بزرگ کے مزار پر گیا۔ وہاں عورتیں اولاد کی دعائیں مانگ رہی تھیں۔ ان سے کہنے لگا کہ مائی! اولاد قبروں والے نہیں دیتے۔ بلکہ اولاد خاوندوں سے ملتی ہے۔ ایک دوسرے خادم کا

واقعہ سنیئے۔ وہ گڈریا تھا۔ ایک دفعہ ایک پیر صاحب نے اس کے ریوڑ کو دیکھ کر فرمایا کہ ان کی حفاظت کے لئے کتّا کیوں نہیں رکھتے۔ وہ عرض کرتا ہے۔ کہ حضرت! اب تو میرا اعتماد اللہ پر ہے۔ کہ وہی میری بھیڑ بکریوں کی حفاظت کرے گا۔ کیا میں اللہ سے اعتماد اٹھا کر کتے پر کرنے لگوں؟ یہ صحبت کا اثر ہے۔

جس سے محبّت ہو اس کی ہر چیز محبوب ہوتی ہے۔ مثلاً آبِ زمزم اور مدینہ کی کھجوریں۔ امیر ہو یا غریب۔ جس مسلمان کو دی جائیں وہ محبت سے لیتا ہے۔ اگر کسی کے متعلق دل میں نفرت ہو۔ تو اس کی ہر چیز ردّ کر دی جاتی ہے۔ جب ہم میں اتنی غیرت ہے۔ کہ جو ہماری توہین کرے۔ ہم اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی غیرت کا ہم اندازہ کر ہی نہیں سکتے۔ وہ کافر، مشرک، اور نفاق الاعتقادی کے منافق کی کوئی عبادت قبول نہیں کرتا۔ لاہور میں ایسے مسلمان بکثرت موجود ہیں۔

جن کے سینہ میں نورِ قرآن نہیں ہے۔ جن علماء اور فقراء سے ان کا تعلق ہے۔ ان کے اندر بھی نہیں ہے۔ اس لئے دونوں گمراہ ہیں۔

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

جب اندر نور توحید ہی نہیں ہے۔ تو عبادت جانی ہو یا مالی۔ سب بے کار ہیں۔

ہماری پریوی کونسل، سرکارِ مدینہ علیہ الصّلوٰۃ والسلام ہیں۔ ہر بات کا فیصلہ کرانے کے لئے ان کے حضورؐ میں جائیے۔ کیا حضورؐ نے یہ تعلیم دی تھی۔ کہ گلے میں پیسے ڈالا کرو۔ دعوٰی تو ہر شخص یہی کرتا ہے کہ میں محمدؐ رسول اللہ کا غلام ہوں۔ لیکن غلامی کے لئے اتباع نبوی پہلی شرط ہے۔ اس پر کوئی کوئی پورا اترتا ہے۔

حضورؐ کا اتباع صحیح معنوں میں صحابہ کرامؓ نے کرکے دکھایا۔ اس لئے سنت کے ساتھ صحابہ کرامؓ کے طریقہ کا اتباع بھی ضروری ہے۔ میرے متعلق مخالفین

نے یہ مشہور کیا ہوا ہے۔ کہ یہ اولیاء کرام کا منکر
ہے۔ اس کے متعلق میں بارہا جمعہ۔ درس اور اس مجلس
میں کہہ چکا ہوں کہ جو اولیاء کرام کا انکار کرتا ہے
اس پر خدا کی لعنت پڑتی ہے۔ لیکن جو ان کو خدا
کے درجے پر لائے اس پر بھی خدا کی لعنت ہوتی
ہے۔ ملعون کے سر پر سینگ نہیں ہوتے لعنت
کے معنی ہیں رحمت سے دوری۔ یعنی ملعون سے
خدا ناراض ہو جاتا ہے۔ ہم میں سے ہر شخص
جمعرات کو ذکر جہر شروع کرنے سے پہلے گیارہ دفعہ
سورۃ اخلاص پڑھ کر محبوب سبحانی حضرت سید عبدالقادر
جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو اس کا ثواب پہنچاتا
ہے۔ یہ ہماری گیارھویں ہے۔ اور یہی اصلی قادریت
ہے۔ ان بھلے مانسوں نے گیارہویں گوجروں سے
دودھ اور کھیر لینے کو سمجھ رکھا ہے۔ جو ان کو
گیارھویں کھلا دے۔ حنفی۔ خواہ وہ تارک نماز ہو
جو نہ کھلا دے وہ وہابی۔ کیا یہی دین لوگوں کو
پہنچاؤ گے؟ آپ نے ہماری اور ان کی گیارہویں

میں فرق ملاحظہ فرمایا۔

اتباعِ رسولؐ سے ہی تعلق باللہ درست ہو سکتا ہے۔ اتباع۔ عقائد۔ اعمال۔ عبادات۔ معاملات۔ شادی و غمی۔ عادات و اطوار۔ صورت اور سیرت، غرضیکہ ہر عملِ حیات میں ہونا چاہیئے۔ اس آئینہ میں لاہوریوں کا منہ دیکھا جائے تو خد و خال بگڑے ہوئے نظر آئیں گے۔

رنگی کو نارنگی کہیں کڑھے دودھ کو کھویا
چلتی کو گاڑی کہیں دیکھ کبیرا رویا

لاہور میں اس کو حنفی کہتے ہیں جو مخلوط اسلام پر عمل کرے۔

ہم وہ بدمست قلندر ہیں۔کبھی مسجد ہیں کبھی مندر ہیں

جو توحید خالص کی طرف دعوت دے لاہوری مسلمان اس کو وہابی کہتے ہیں۔ "اصلی حنفیت" میں نے ایک رسالہ لکھا ہوا ہے۔ اس میں ایک بھی مسئلہ امام ابوحنیفہؒ کے خلاف ثابت کر دیا جائے۔ تو میں یا حنفیت سے اپنا نام کٹوا لوں گا یا فوراً اصلاح

کر دوں گا - یہ سب کفر اور شرک کرتے ہیں - اور امام ابو حنیفہ کا نام بدنام کرتے ہیں - ہمارا مسلک یہ ہے کہ ہم اللہ کے بندے اور حضور کے اُمتی ہیں - اگر کوئی صوفی آسمان پر اڑتا ہوا نظر آئے لیکن اس کا علم اور عمل کتاب و سنت کے خلاف ہے تو اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا گناہ ہے۔ اس کی بیعت کرنا حرام ہے - ہو جائے تو توڑنا فرض عین ہے - ورنہ وہ خود بھی جہنم میں جائے گا اور ہمیں بھی ساتھ لے جائے گا - اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو استقامت عطا فرمائے - آمین یا الٰہ العالمین!

---

۱۰ رجب المرجب ۱۳۷۵ مطابق ۲۳ فروری ۱۹۵۶ء

اللہ تعالیٰ کی رضا ظاہراً و باطناً اتباع نبی اکرمؐ میں محدود ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی عبادت کے

لیے پیدا کیا ہے۔ اور اس کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

البتہ تحقیق تمہارے لیے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے۔

(سورۃ الاحزاب رکوع ٣ پارہ ٢١)

حضور اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہیں۔ اور جو اللہ تعالےٰ کو راضی کرنا چاہے۔ اس کے لئے نمونہ ہیں۔ اگر حضورؐ کو ظاہراً نمونہ تسلیم کرے اور باطناً نہ کرے تو ایسے لوگوں کو منافق کہتے ہیں۔ باطناً اگر آپ کو نمونہ تسلیم کرے تو مومن۔ عمل میں اگر آپ کی اتباع کرے تو مسلم دونوں لحاظ سے نہ مانے تو کافر۔ اللہ کی محبت آپ کے اتباع میں محدود کردی گئی ہے فرماتے ہیں۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (سورۃ آل عمران ع ٤ پ ٣)

ان سے فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرا اتباع کرو۔ تاکہ تم سے اللہ محبت کرے

جو رضائے الٰہی کا طالب ہو اور آپؐ کے اتباع سے گریز کرے۔ اور آپؐ کو اپنے لئے نمونہ نہ بنائے اللہ تعالیٰ اس سے کبھی راضی نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ان کے لیے وعید کا اعلان فرماتے ہیں۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾

اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اس پر سیدھی راہ کھل چکی ہو اور سب مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اس طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا ہے اور اسے دوزخ میں ڈالیں گے اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔

(سورۃ نساء ۱۷ع پارہ ۵)

تصویر کے دونوں رُخ دکھلا دیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرکے آؤ گے۔ تو اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔ اور تم سے محبت کرے گا۔ اگر مخالفت کی تو جہنم میں اٹھا کر پھینک دے گا اور مقصود بالذات اللہ کی رضا ہے۔ اور اس کے لیے نمونہ حضورؐ ہیں۔ جس قدر اتباع زیادہ ہوگا۔ اسی قدر

قرب الٰہی میں مرتبہ زیادہ ہوگا۔ نہ مال، نہ خاندان نہ حسن نہ عہدہ قرب الی اللہ کا مدار ہے اس کے لئے معیار صرف حضورؐ کا اتباع ہے۔ اتباع ظاہرًا اور باطنًا ضروری ہے۔ جو نہ کرے۔ اس کی بارگاہ الٰہی میں میں کوئی قیمت نہیں ہے۔ اب میں اسی کے متعلق حدیث نبوی عرض کرنی چاہتا ہوں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ	حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ
عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ	سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ	کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص
لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی	اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب
یَکُوْنُ ھَوَاہُ تَبَعًا	تک اس کی خواہش اس چیز کے تابع
لِّمَا جِئْتُ بِہٖ	نہ ہو جائے جو میں (اللہ کی طرف سے
	لایا ہوں

یہ ارشاد قرآن کی تائید میں ہے۔ ہمارے لیے ضروری ہے۔ کہ ہم اس آئینہ میں اپنا منہ دیکھیں۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ	حضرت انس رضی اللہ عنہ سے

عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ	روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ
اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ	فرمایا۔ تم میں سے کوئی شخص اس
حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ	وقت تک مومن نہیں ہو سکتا۔
مِنْ وَالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ	جب تک میں اس کے نزدیک
وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ؕ	اس کے والدین اور اس کی اولاد

اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

ایک طرف بیوی، اولاد، والدین اور برادری ہو اور دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ مسلمان وہ ہے جو سب کو چھوڑ کر حضورؐ کی طرف آئے۔ لیکن ع گفتن و کردن فرقے دارد

اکثریت ان لوگوں کی ہے جو حضورؐ کو چھوڑ کر دوسری طرف جاتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ نک وڈہیا جائے دا۔ (ناک کٹ جائے گی) مولوی ہونی کہندے تے ٹھیک ہین پر اسیں کتوں لینیاں ہونیاں کتے دینیاں ہونیاں (مولوی صاحب کہتے تو ٹھیک ہیں۔ لیکن ہم نے کہیں سے رشتہ لینا ہوا اور کہیں دینا ہوا

کھادا جو ہویا کھوانا پینیدا اے (کھایا جو ہے، اس لئے کھلانا پڑتا ہے) یہ پنجابی متقیوں کے الفاظ ہیں یہ فاسق ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی اکثریت کو ناشکر گزار فرماتے ہیں۔

وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ ﴿١٣﴾ (سورۃ السبأ ۲ع پارہ ۲۲) میرے بندوں میں شکر گزار تھوڑے ہیں۔

اگر ایک شخص بھوک سے تنگ آکر چوری کرے گا تو پولیس اس کو گرفتار کر کے ہتھکڑی لگائے گی۔ اسی طرح اگر ہم حضور کی مخالفت کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے گا۔ امتحان کبھی کبھی ہوتا ہے۔ لڑکی ۱۶ سال کی ہوگی یا لڑکا ۱۸ سال کا ہوگا۔ شادی کی رات امتحان کا وقت آیا اور فیل ہو گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اَلصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولٰى صبر پہلے صدمہ پر ہوتا ہے (الحدیث)

جوان بیٹے کی موت پر رونے پیٹنے اور چالیس دن تک شریعت کی مخالفت کرنے کے بعد صبر کیا

تو وہ صبر بے معنی ہے ۔ اس کی کوئی قیمت نہیں صبر یہ ہے کہ تکلیف ہوئی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر خاموش ہو گئے ۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو عقائد، عبادات، معاملات ۔ صورت، سیرت، غرضیکہ ہر معاملہ میں حضورؐ کے اتباع کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین یا الہ العالمین۔

اطبّا جب اپنی ادویات کی فہرست شائع کرتے ہیں تو اس کی پیشانی پر لکھ دیتے ہیں ۔ لکل داءٍ دواء (ہر بیماری کی دوا ہے) موت کے سوا باقی بیماری کا علاج ہوسکتا ہے ۔

فَإِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾

پھر جب وہ میعاد ختم ہوگی ۔ اس وقت نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹیں گے نہ آگے بڑھیں گے۔

(سورۃ الاعراف رکوع ۴ پارہ ۸)

موت آئے تو اطبّاء عاجز آتے ہیں ۔ یہی حال روحانی بیماریوں کا ہے ۔ موت کے سوا ادھر بھی ہر بیماری کا علاج ہوسکتا ہے ۔ روحانی موت

یہ ہے کہ انسان مسخ ہو جائے۔ اس قسم کے انسانوں کے متعلق فرماتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا	بے شک کافروں کے لیئے برابر
سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ ءَاَنْذَرْتَھُمْ	ہے کہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ
اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ لَا	ڈرائیں وہ ایمان نہ لائیں گے۔
یُؤْمِنُوْنَ ؏	(سورۃ بقرہ رکوع ا پ ا)

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

بَلٰی مَنْ کَسَبَ سَیِّئَۃً	جس نے کوئی گناہ کیا اور اس
وَّاَحَاطَتْ بِہٖ خَطِیْٓئَتُہٗ	کے گناہ نے اس کو گھیر لیا سو وہی
فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ	لوگ دوزخی ہیں وہ اس میں
ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾	ہمیشہ رہیں گے۔

(سورہ بقرہ رکوع ۹ پارہ ۱)

یہ وہ ہیں جن پر روحانی موت طاری ہو چکی ہے اب ان کی اصلاح ناممکن ہے۔ ان کے راہ راست پر آنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہی۔ اس سے ورے ورے ہر بیماری کا علاج ہو سکتا ہے روحانی بیماریوں کا علاج فقط ایک ہے وہ

ہے اللہ کے نیک بندوں کی صحبت اس کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ	ان لوگوں کی صحبت میں رہیئے جو
الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ	صبح شام اپنے پرور دگار کو پکارتے
بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ	ہیں اسی کی رضامندی چاہتے ہیں۔
يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۲۸	(سورۃ الکہف رکوع ۴ پ ۱۵)

اس قسم کے الفاظ کہ ناک کٹ جائے گی شیطان سکھاتا ہے۔ اللہ والوں کی صحبت نصیب ہوجائے تو یہ الفاظ کہنا گناہ سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قسم کے بندے بطور نمونہ رکھے ہوئے ہیں۔ ان سے عقیدت، ادب اور اطاعت ہو اور لازم صحبت رہے تو اس قسم کے الفاظ منہ سے ہرگز نہیں نکلتے۔ پھر انسان یہ سوچتا ہے کہ تقدیر اللہ کے ہاتھ میں ہے لڑکی اور لڑکوں کی تقدیر ہم نے نہیں لکھی جو لڑکی ہماری تقدیر میں ہے۔ وہ ہمارے گھر میں آکر رہے گی اور جس کی تقدیر میں ہماری لڑکی ہے۔ وہ لے جائے گا۔

حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کے تو اولاد نہ تھی لیکن حضرت دین پوری رحمتہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ نے بیٹے، بیٹیاں عطا فرما رکھی تھیں۔ اب تو ماشاء اللہ ان کے پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں بھی ہیں۔ ان کے ایک پوتے مولوی سراج احمد صاحب کچھ دن ہوئے یہاں آئے ہوئے تھے۔ حضرت دین پوریؒ نے جب کسی صاحب زادی کا نکاح کرنا ہوتا تو ہماری اماں سے فرما دیتے کہ بچی کو نہلا کر نئے کپڑے پہنا دینا۔ نماز عشا کے بعد داماد کو بلا کر نکاح پڑھا دیتے کسی کو پتہ بھی نہ ہوتا تھا کہ کوئی شادی ہونے والی ہے۔ اب ان کے صاحب زادے مولوی عبدالہادی صاحب گدی نشین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے۔ تو ماشاء اللہ عالم ہیں۔ یہاں سے قرآن پڑھ کر گئے ہیں۔ ان کے ہاں بھی یہی دستور ہے۔ انہوں نے اپنی ایک صاحب زادی کے نکاح کے لیئے مجھے لاہور سے بلایا۔ لیکن لڑکے کے باپ کو پتہ

نہیں کہ ان کے لڑکے کی شادی ہے وہ مجھ سے
پوچھتے ہیں کہ آپ کو کس کام کے لئے بلایا ہے۔
اب انہوں نے اپنی دوسری صاحب زادی کا نکاح
ایک نومسلم سے کیا ہے یہ صحبت کا اثر ہے۔

بلے میوہ زِ میوہ رنگ گیرد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے بغیر
اللہ تعالیٰ کی رضا کا سرٹیفکیٹ نہیں مل سکتا ۔ لیکن
گفتن اور چیز ہے اور کردن اور چیز جن میں دنیا پرستی
کی بیماری ہے ان کا گفتن اور کردن یعنی قول اور
فعل ایک نہیں ہوتا ۔ اس کا علاج فقط اللہ والوں
کی صحبت ہے ۔ ان کو نہ لتھی نہ چڑھی (اتار چڑھاؤ)
کی کچھ پروا نہیں ہوتی ۔ ان کے ۲۴ گھنٹے حضورؐ کے
اتباع میں صرف ہوتے ہیں ۔ حضورؐ نماز عشاء کے
بعد باتیں کرنے کو ناپسند فرماتے تھے بہت کم لوگ
ہیں جو عشاءؐ پڑھ کر سو جاتے ہیں ۔ اکثریت سینما میں
چلی جاتی ہے اور اس سے کم ریڈیو لگا کر بیٹھ
جاتے ہیں ۔ ہمارے پاس تو ۲۴ گھنٹے کا مرتب شدہ

پروگرام موجود ہے رات کو جو تہجد پڑھے گا وہ دن کو ضرور سوئے گا۔ کیوں کہ جسم کا بھی حق ہے حضور کا ارشاد ہے ولنفسك عليك حقٌ اللہ والوں کی صحبت میں مدت تک رہنے سے رنگ چڑھ جاتا ہے۔ کیوں کہ شیخ کسی موقعہ پر کچھ فرماتا ہے اور کسی موقعہ پر کچھ۔

اللہ سے قرب اور بعد کے مدارج حضور کے اتباع ہی سے حاصل ہوتے ہیں۔ حضرت اویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ صحابی نہ تھے۔ ان کو مخضرم کہتے ہیں۔ کیوں کہ وہ حضور کے زمانہ میں ایمان تو لے آئے مگر زیارت سے مشرف نہ ہو سکے۔ آپ نے ان کی تعریف فرمائی ہے۔ آپ کے وصال کے بعد حضرت علیؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ان کی زیارت کے لیے گیے ہیں۔ زندہ ولی کی زیارت کے لیے سفر کر کے جانا جائز ہے۔ لیکن اولیاء کرام کے مزارات پر سفر کر کے جانا منع ہے۔ میری تحقیق یہی ہے۔ اگر کسی اور کام کے لیے کسی جگہ جائیں

تو پھر اولیاءِ کرام کے مزارات پر فاتحہ خوانی کے لیے حاضری دینا جائز ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ مجھے جب توفیق ہوتی تھی تو اپنے دونوں مربیوں کی خدمت میں حاضری دینے کے لیے جاتا تھا باطن کا بینا ہو تو بزرگوں کے مزارات پر جانے سے فائدہ ہوتا ہے۔ اندھے کے لئے جانا نہ جانا دونوں برابر ہیں۔ حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما جب اویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا تو ان کے دانت نہ تھے۔ دریافت فرمانے پر فرمایا کہ حضورؐ کے دندان مبارک شہید ہو جائیں اور میرے رہیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔

اس عشقِ رسول کے کیا کہنے؟ پھر ان کا قرب الی اللہ جو درجہ ہے۔ ہم اس کا صحیح مقام تعین نہیں کر سکتے۔ حضرت امام مالکؒ مدینہ میں جوتا نہ پہنتے تھے۔ کیونکہ حضورؐ کے پاؤں مبارک

کا وہاں گزر ہوتا تھا۔ اس طرح کہ اللہ والے نایاب نہیں کمیاب ہیں۔ مَنْ جَدَّ وَجَدَ (جو کوشش کرتا ہے پالیتا ہے) بہروپیئے تو بے شمار ہیں۔ میاں محمد عیسیٰ صاحب سکنہ میاں علی ضلع شیخوپورہ بیٹھے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ میں ایک گاؤں میں گیا جس گھر میں ٹھہرا ہوا تھا۔ ان کی ایک ہمسائی نے مجھے بتلایا کہ میرا پیر آیا ہوا ہے۔ وہ اناج نہیں کھاتا مگر وہ صبح سے دو مرغ کھا بیٹھا ہے اور حلوا بھی زبردستی مجھ سے پکوا کر کھا چکا ہے۔ اور کہتا ہے کہ بارہ روپے دوگی تو جاؤں گا ورنہ بیٹھا ہوں۔

او خویشتن گم است چرا رہبری کند

اس قسم کے بہروپئے پیر دوسرے کی کیا راہنمائی کر سکتے ہیں۔ ہمارے پاس اتباعِ رسولؐ کا ایک پیمانہ ہے۔ جو اس میں پورا اترے گا وہ کھرا ورنہ کھوٹا ؏

خلاف پیمبر کسے راہ گزید\
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

جو ہمیں بننا چاہیئے وہ عرض کر چکا ہوں - یہ بھی عرض کر چکا ہوں کہ ایسا بننے کے لئے کس قسم کی مشنیری کی ضرورت ہے - لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہم میں سے اکثر دنیا کے لیے سر توڑ کوشش کرتے ہیں اور دین کے معاملہ میں سہل انگاری سے کام لیتے ہیں - ایک جوڑا بوٹوں کا خریدنا ہو تو ساری دکانیں پھر جائیں گے - مگر دین کے لیے جدو جہد ضروری نہیں سمجھتے - انسان جب حضورؐ کے اتباع میں پختہ ہو جاتا ہے - تو پھر اس کو استقامت کا درجہ عطا ہو جاتا ہے - اسی لیے اللہ والے فرماتے ہیں :-

اُطْلُبُوا الِاسْتِقَامَۃَ وَ	استقامت طلب کرو کرامت نہ
لَا تَطْلُبُوا الْکَرَامَۃَ فَاِنَّ	مانگو کیوں کہ استقامت کرامت
الِاسْتِقَامَۃَ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ	سے بالاتر ہے -

استقامت ۲۴ گھنٹے صاحب استقامت کے پاس رہتی ہے وہ اس کو دی جاتی ہے - لیکن کرامت ولی کے اختیار میں نہیں ہوتی کہ جب چاہے ظاہر کر دکھلائے

اس رل مل بیٹھنے سے رنگ چڑھ جاتا ہے۔ دنیاداروں کی مجالس میں یہ رنگ نہیں چڑھتا۔ ان کے ہاں اس کی تلاش ع

خیال است و محال است و جنوں

ہر چیز کی منڈی ہوتی ہے۔ ہدایت کی منڈی مساجد ہیں۔ مسجد سے باہر نہ دفاتر میں نہ بازاروں میں ہدایت ہوگی۔ وہ مساجد ہدایت کی منڈیاں ہیں جہاں کوئی عالم ربّانی ہو۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عمل حیات میں اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو کر ہمیں اپنے دوستوں کی فہرست میں شامل فرمالے۔ آمین یا الہ العالمین۔

---

۱۷ رجب المرجب ۱۳۷۵ھ مطابق یکم مارچ ۱۹۵۶ء

احکام شرعیہ کی تعمیل میں تسلسل (پابندی) لازمی ہے

اس کی شہادت میں پہلے قرآن مجید اور پھر آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پیش کروں گا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا	بے شک جنہوں نے کہا تھا کہ ہمارا
اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا	رب اللہ ہے۔ پھر اس پر قائم رہے
تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ	ان پر فرشتے اتریں گے۔ کہ تم
الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا	خوف نہ کرو اور نہ غم کرو
وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا	اور جنت میں خوش رہو جس کا
بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ	تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ (سورۃ حم السجدہ ۴ع پ۲۴)

یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کو اپنا پروردگار مانا اور پھر اس پر جم گئے عُسر اور یُسر۔ رنج و راحت غرضیکہ ہر حالت میں اسی کا دروازہ کھٹکھٹاتے رہے۔ اور دوسرے کے دروازہ پر نہیں گئے۔ یہ صاحبِ استقامت اور توحید پرست ہیں۔ توحید اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے میں کہا کرتا ہوں۔ کہ توحید جانبین سے ہونی چاہیئے۔ اگر توحید میں کہیں فرق آگیا تو یہ مخلوط بالشرک ہو جائے گی۔ ہمارا بھی اللہ تعالےٰ کے

سوا کوئی نہیں۔ ہم بھی اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کے نہیں۔ جب رب العالمین کو ہم نے اپنا لیا۔ تو دوسری جگہ جانے کی ضرورت نہیں۔

مفسرین حضرات نے مندرجہ بالا آیت کی کئی توجیہات بیان فرمائی ہیں۔ ایک توجیہہ یہ ہے کہ موت کے وقت ملائکہ یہ پیغام لے کر صاحب استقامت کے پاس آئیں گے۔ کہ تم ڈرو نہیں اور غم نہ کرو۔ خوف مستقبل کے متعلق ہوتا ہے۔ خدا جانے مرنے کے بعد کیا حالات پیش آئیں۔ یہ خوف ہے اور حزن ماضی کے متعلق ہوتا ہے جو کرنا تھا وہ کیا نہیں۔ اس کے متعلق غم کرنا یہ حزن ہے اس قسم کے حضرات کو ملائکہ عظام جنت کی خوشخبری دیں گے۔ جنت مقصود بالذات نہیں ہے۔ مقصود بالذات تو اللہ کی رضا ہے۔

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللهِ اَكْبَرُ ؕ اللہ کی رضا ان سب سے بڑی ہے

(سورۃ التوبۃ ۹ع پ۱)

جنت تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نیک بندوں

کے لئے مہمان خانہ ہے۔

نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿٣٢﴾ بخشنے والے نہایت رحم والے کی طرف سے مہمانی ہے۔
(سورۃ حٰمٓ سجدہ کا رکوع پ ۲۴)

بادشاہوں کی ملاقات کے لئے کچھ قواعد و ضوابط ہیں جو ملنا چاہتا ہے۔ وہ پہلے منظوری لیتا ہے۔ اس کے بعد بھی یہ نہیں ہوتا کہ جب ملاقاتی پہنچے تو بادشاہ سلامت اس کے استقبال کے لیے اسٹیشن پر موجود ہوں بلکہ بادشاہ کا نمائندہ ملاقاتی کو لے جا کر مہمان خانہ میں ٹھہرا دے گا۔ اس کے بعد ممکن ہے کہ ملاقات دو ماہ بعد ہو یا اڑھائی ماہ بعد۔ نظام حیدرآباد (دکن) کے ہاں یہی دستور تھا۔ جب تک ملاقات نہ ہو یہ شاہی مہمان ہیں اور بادشاہ کی طرف سے وظیفہ مل رہا ہے۔ میزبان کی شان کے مطابق مہمان سے سلوک ہوتا ہے۔ نظام اور بیگم صاحبہ بھوپال کی طرف سے بعض علماء کرام کی ذات خاص کے لئے وظائف مقرر تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ ان حضرات کا وجود ہی تبلیغ دین ہوتا ہے

یہ دنیا کے بادشاہوں کا دستور ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی مہمان نوازی کا اندازہ ہی نہیں کر سکتے۔ جنت کی نعمتوں کے متعلق. آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آنکھوں نے ان کو دیکھا نہیں. کانوں نے سنا نہیں اور دل میں ان کا وہم بھی نہیں گزرا۔ بچہ کو تعلیم کا شوق دلانے کے لئے باپ کہتا ہے کہ اگر تم محنت کر کے پاس ہو جاؤ گے تو تمہیں کوٹ سلا دوں گا یا بوٹ یا سائیکل لے دوں گا۔ بچہ ان چیزوں کے لیے محنت کرتا ہے۔ وہ امتحان میں کامیابی کے نتائج سے بالکل بے خبر ہیں۔ اگر اس سے یہ کہا جاتا کہ امتحان میں کامیابی سے فلاں فلاں فوائد حاصل ہوں گے تو وہ کبھی محنت نہ کرتا۔ اسی طرح اگر انسانوں سے یہ کہا جاتا کہ اللہ کی عبادت کرو گے تو وہ راضی ہو جائے گا۔ اس چیز کی قیمت کو اکثر انسان نہ سمجھ سکتے۔ عام طور پر انسانوں کی مرغوبات طبع تین چیزیں ہیں۔ (۱) کھانا (۲) پینا (۳) تعلقات ازدواجی۔

اس لئے جنت کی نعمتوں میں زیادہ تر انہی چیزوں
کا ذکر آتا ہے - کئی قسم کے میوے ہوں گے -
دودھ کی نہریں اور حوریں ہوں گی - نہ جنت
اور نہ جنت کی نعمتیں مقصود بالذات ہیں - مقصود بالذات
اللہ تعالیٰ کی رضا ہے - وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ

اس کے متعلق حضور کا ارشاد ہے - کہ جنتیوں
سے اللہ تعالےٰ پوچھے گا کہ تمہیں کچھ اور چاہیئے
عرض کریں گے کہ اے اللہ ! آپ نے سب کچھ
دے رکھا ہے اور ہمیں کیا چاہیئے - اس کے بعد
اللہ تعالیٰ فرمائیں گے - کہ آج کے بعد میں کبھی تم
سے ناراض نہیں ہوں گا ؟ —— یہ رضوان من
اللہ اکبر ہے - ہم نے اس جہان سے یہ ڈگری
حاصل کر کے جانا ہے - اس کے لئے احکام شرعیہ
کی تعمیل میں تسلسل ضروری ہے -

اس لیئے اللہ تعالےٰ نے فرما دیا

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (۹۹) (الحجر ۵ پارہ ۱۴) — اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو یہاں تک کہ تمہیں موت آجائے

یہاں یقین سے مراد موت ہے۔ یعنی تا دمِ زیست فرائض عبدیت کو نبھاتا ہے۔

اس آیت میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ جن کی ذات اقدس کو ہمارے لئے نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا گیا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴿۲۱﴾ (سورۃ الاحزاب ع ۳ پ ۲۱)

البتہ تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (سورۃ آل عمران ع ۴ پ ۳)

(ان سے) فرما دیجئے اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو تاکہ تم سے اللہ محبت کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تا دمِ زیست عبدیت کی ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے مامور ہیں آپؐ کو ہمارے لیے عبدیت کا نمونہ قرار دیا گیا۔ اس لیے ہمیں بھی عبدیت کے فرائض کو تا دمِ زیست نبھانا ہے۔ نماز کی ادائیگی عبدیت کے فرائض سے

سبکدوش ہونے کی ایک صورت ہے - بشرطیکہ نماز اللہ کی رضا کے لئے پڑھی جائے - مثلاً جمعہ خدا کی رضا کے لیے پڑھا جائے - تو دس دن کے گناہ بخشا دیتا ہے - میں انگریز کے زمانہ میں کہا کرتا تھا کہ جو شخص انگریز کپتان پولیس کے کہنے پر خطیب کی رپورٹ لینے کے لیے آتا تھا - تو اس کے لیے نماز جمعہ پڑھنا بے کار تھی - گناہ معاف ہونے تو کجا اس پر تو خدا کی لعنت پڑتی تھی - لعنت کے معنی ہیں - رحمت سے دوری - اللعنۃ البُعد من الرحمۃ

کلمہ گو مسلمان کے ذمہ فرض ہے کہ وہ عبدیت کی ذمہ داری مرتے دم تک بنھائے - اس کے علاوہ ان کو فکرِ معاش بھی کرنی پڑتی ہے اور اس کے لئے اسباب میں ہاتھ ڈالنا خلاف شریعت نہیں - کافر اور مومن میں یہیں فرق ہو جاتا ہے دونو اسباب میں ہاتھ ڈالتے ہیں - جب نتیجہ برآمد ہوتا ہے - تو مسلمان اللہ تعالیٰ کا ممنونِ احسان ہوتا ہے

کہ اس نے میری کوشش کو بار آور بنایا۔ کھانا کئی واسطوں سے گزر کر انسان کے پیٹ میں جاتا ہے۔ مسلمان کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے گا۔ ختم کرنے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ پڑھے گا۔

(ترجمہ) شکر ہے اس اللہ کا جس نے مجھے کھلایا پلایا اور مجھے مسلمانوں میں سے بنایا۔

یہ بھی ایک طرح کا توکل ہے۔ اس کے برخلاف کافر نتیجہ کو اپنی لیاقت کا ثمرہ قرار دے گا۔ اس کے ہاں خدا کا نام کہیں نہیں آئے گا۔ بعض اخص الخواص ہوتے ہیں۔ جو مسلک انبیا علیہم السلام پر چلتے ہیں اس قسم کے حضرات اپنی تمام خداداد قوتیں اللہ کے دین کی حفاظت کے لئے وقف کر کے اپنی ضروریات کی کفالت اللہ کے ذمہ ڈال دیتے ہیں۔ ان کے توکل کا ذکر اس آیت میں فرمایا گیا ہے۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ

اور جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ اس کے لیے نجات کی صورت نکال دیتا ہے اور اسے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے گمان نہ ہو۔

(سورۃ الطلاق ع۱ پ۲۸)

مومن کے توکل کے متعلق کسی نے کہا ہے

برتوکل زانوئے اشتر بہ بند

(توکل پہ اونٹ کا گھٹنا باندھ دو) مومن کو دنیا میں دو کام نبھانے پڑتے ہیں۔

۱۔ خدا کو بذریعہ عبادت راضی کرنا۔

۲۔ کسب معاش کے لیے سعی کرنا۔

اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ دُنْیَا اَضَرَّ

ابی موسیٰ رض سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ جس نے دنیا کو محبوب بنایا اس نے اپنی آخرت کو نقصان

بِآخِرَتِهٖ وَمَنْ اَحَبَّ آخِرَتَهٗ اَضَرَّ بِدُنْيَاهُ فَاٰثِرُوْا مَا يَبْقٰى عَلٰى مَا يَفْنٰى۔ (رواہ احمد فی شعب الایمان)	پہنچایا اور جس نے آخرت کو محبوب بنایا اس نے اپنی دنیا کو نقصان پہنچایا پس باقی رہنے والی چیز (یعنی آخرت) کو فنا ہونے فانی چیز (یعنی دنیا پر) ترجیح دو

انسان یا تو دنیا کو مقدم رکھے گا اور آخرت کو اس کا ضمیمہ بنائے گا۔ یا آخرت کو مقدم رکھے گا اور دنیا کو اس کا ضمیمہ بنائے گا۔ دونوں میں سے ایک کو درجۂ تکمیل تک پہنچانا پڑے گا۔

حضورؐ آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے اور اسی کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا اپنی امت کو مشورہ دے رہے ہیں۔ حضور کا دوسرا ارشاد یہ ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رضؓ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ اَدْوَمُهَا وَاِنْ قَلَّ	حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ کے ہاں سب سے محبوب عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ تھوڑا ہو

اللہ تعالیٰ کو حضورؐ کے اتباع کے ذریعہ راضی کرنا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا یہی ایک راستہ ہے۔ باقی سب راستے بند ہو چکے ہیں۔ اس طرح استقامت علی الدین نصیب ہوگی اس کے لئے مرکزی نقطہ اللہ والوں کی صحبت ہے۔

بلے میوہ زمیوہ رنگ گیرد

اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ	تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ جو
الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ	صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے
بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ	ہیں۔ اسی کی رضامندی چاہتے ہیں۔
يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ	رسورۃ الکہف ع پارہ ۱۵

عام مسلمانوں کے لئے دنیا کمانی ضروری ہے۔ اس کے بغیر چارہ کار نہیں۔ لیکن کمانے میں حضورؐ کے مشورہ کو ہر وقت سامنے رکھنا پڑے گا۔ آخرۃ کو دنیا پر ترجیح دینے کے اصول کو پیش نظر رکھیں گے تو دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں گے اللہ تعالیٰ بھی فرماتے ہیں۔ کہ اے انسانو! جو تمہارے

پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو میرے پاس ہے۔ وہ کبھی ختم نہیں ہو گا۔

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ

(سورۃ النحل رکوع پارہ ۱۴)

(اس آئینہ میں دنیا میں بسنے والوں کا منہ دیکھئے اکثریت دنیا میں غرق نظر آتی ہے)

گفتن و کردن فرقے دارد

(کہنے اور کرنے میں فرق ہے)

اوّل تو یہ باتیں اکثریت کی سمجھ میں نہیں آتیں اگر سمجھ میں آ بھی جائیں تو ان کے مطابق عمل کی توفیق نہیں ہوتی۔ قال کے بعد حال کے لئے صاحبِ حال کی صحبت کی ضرورت ہے۔ جس فن میں انسان کامل ہونا چاہئے۔ اس فن کے باکمال کی صحبت میں مدت مدید تک زندگی بسر کرنے کے بعد یہ کامل بن جائے گا۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے لوہار بننے کے لیے لوہار کی صحبت۔ درزی بننے کے لیے درزی کی صحبت اختیار کرنی پڑتی ہے ادھر بھی یہی

حال ہے۔ صحبت سے کتاب و سنت کا رنگ چڑھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرکے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اس پر استقامت بخشے۔

آمین یا الہ العالمینؐ

۲۴ر رجب المرجب ۱۳۷۵ھ مطابق ۸ر مارچ ۱۹۵۶ء

مردہ انسانوں سے زندہ اور زندوں سے مُردہ پیدا ہوتے ہیں

عرض یہ ہے کہ جس طرح ماں جسمانی طور پر بچے کی تربیت کرتی ہے۔ اسی طرح علمائے کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی علمی طور پر اور صوفیائے عظام روحانی طور پر تربیت فرماتے ہیں انسان کے جسمانی مربّی والدین، روحانی مربّی صوفیائے

عظام اور علمی مربّی علمائے کرام ہیں۔ علمی تربیت سے علم دماغ میں آجاتا ہے۔ مگر اس کا رنگ روحانی تربیت سے چڑھتا ہے۔ علمائے کرام عجیب طریقہ سے علمی تربیت کرتے ہیں۔ پہلے صرف نحو پڑھاتے ہیں اور پھر باقی کتابیں۔ ان کی تربیت سے جاہل عالم بن جاتے ہیں۔ اسی طرح صوفیاء عظام روحانی تربیت فرماکر غافل کو ذاکر بنا دیتے ہیں۔ قال کے مربی علمائے کرام اور حال کے مربّی صوفیائے عظام ہیں عام پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچتا جب تک قال۔ حال نہ ہو جائے۔ عالم بے عمل خلقِ خدا کی گمراہی کا باعث ہوتا ہے۔ کیونکہ اکثر لوگ کہتے ہیں۔ کہ جب مولوی ایسا کرتے ہیں۔ ہم نے ایسا کرلیا تو کیا ہرج ہے یہ عقل کی دلیل نہیں ہے۔ اگر عالم کنوئیں میں چھلانگ لگائے گا تو کیا تم بھی لگاؤ گے؟

سندھ میں ایک بڑی رسم ہے کہ اکثر رشتے تبادلے میں ہوتے ہیں۔ اگر کسی شخص کے بیٹے ہی بیٹے ہوں تو اس کو کوئی رشتہ نہیں دیتا۔ پھر وہ کراچی

سے لڑکیاں خرید کر اپنے بیٹوں کی شادی کرتا ہے
میں جب سندھ جاتا ہوں۔ تو اس رسم کی مخالفت
کرتا ہوں۔ اکثر مولوی بھی اس میں مبتلا ہیں اور لوگ
ان کی دیکھا دیکھی اس رسم کی پابندی کر رہے ہیں
اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح جاہل میں انانیت
ہوتی ہے اسی طرح صحبت کے بغیر علماء کی بھی "میں"
نہیں مرتی۔ میں بہت گناہگار ہوں۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ
مغفرت فرما دیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اپنے
دونوں مربیّوں کی دعاؤں کی برکت سے مجھ میں انانیت
نہیں ہے۔ مجھ سے آج تک کسی نے لڑکی کا رشتہ
نہیں مانگا۔ لڑکی جب بالغ ہو جاتی تھی۔ تو ان کی
والدہ مجھے بتلا دیتی تھی۔ تو مجھے جو نیک آدمی ملتا
اس سے شادی کر دیتا تھا۔ ایک دفعہ میں نے
ایک لڑکی کا نکاح جب ایک لوہار سے کرنے کا
خیال ظاہر کیا تو میری بیوی مجھ سے کہنے لگی کہ اس
کو لوہاری تو نہ بنائیے۔ کم از کم کسی مولوی کو تو
دیجئے وہ اس قدر تربیت یافتہ نہیں ہے اس لئے

اس نے یہ بات کہہ دی۔

وہ لڑکا میرے درس میں آتا تھا۔ میں اس کو نیک سمجھتا ہوں۔ وہ باہر دیہات میں جا کر تبلیغ بھی کیا کرتا تھا۔ اس کے بعد مولوی عبدالمجید صاحب سوہدروی نے مجھے اپنے رشتے کے متعلق خط لکھا میں نے انہیں لکھا کہ مجھ سے ملئے۔ وہ جب آئے تو میں نے لڑکی کی والدہ سے دریافت کر کے ان کتابوں کی فہرست بنالی۔ جو لڑکی نے پڑھی ہوئی تھیں۔ میں نے مولوی عبدالمجید صاحب سے کہا۔ کہ لڑکی یہ یہ کتابیں پڑھی ہوئی ہے۔ وہ کہنے لگے کہ مجھے اسکول کی پڑھی ہوئی لڑکی نہیں چاہیئے۔ میں نے کہا کہ اسکول میں نہیں پڑھی۔ اپنی والدہ سے پڑھی ہے۔ وہ کہنے لگے کہ میں اپنی مستورات کو لے آؤں تاکہ وہ دیکھ لیں۔ میں نے کہا۔ اس کی ضرورت نہیں۔ انہوں نے کہا۔ کہ پھر آپ کے گھر والے دیکھ لیں۔ میں نے کہا۔ انہوں نے دیکھی ہوئی ہے۔ اس کے بعد میں نے ان کو بتلایا۔ کہ میری لڑکی

ہے۔ اُنہوں نے کہا مجھے منظور ہے۔ میں نے
کہا۔ میں ابھی نکاح پڑھا دیتا ہوں اور لڑکی کو
رخصت کر دیتا ہوں۔ وہ کسی جلسے پر کہیں جا
رہے تھے۔ اس لیے کہنے لگے کہ وہاں سے فارغ
ہو کر پھر آؤں گا۔ اس کے بعد انہوں نے زیورات
کپڑے اور برات کے متعلق پوچھا۔ تو میں نے جواب
دیا کہ کچھ لانے کی ضرورت نہیں۔ اور اکیلے آئیے
یہ منگنی ہوگئی۔ مجھ میں کوئی کمال نہیں یہ اللہ والوں
کی دعاؤں اور صحبت کا نتیجہ ہے۔ دو سال ہوئے
اسی طرح مولوی انور کی شادی کی۔ صرف براتی مولوی
عبدالمجید صاحب تھے۔ دولھا کا چھوٹا بھائی مولوی
حمید اللہ، ان کے پیچھے حکیم رشید احمد صاحب اور
میں گئے اور نکاح پڑھا کر لڑکی کو لے آئے۔
ولیمہ پر مولوی انور کی ساس نے بہت زور لگایا کہ
میری سہیلیاں آئیں گی اس لیے فرنی زردہ پکایا جائے
اگرچہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی توفیق دے رکھی
تھی۔ لیکن چونکہ میں ہمیشہ سادگی پر زور دیا کرتا ہوں

اس لیے میں نے اس کو صاف جواب دیا۔ کہ بازار سے نان منگوا کر اور سالن گھر میں پکوا کر کھلا دیں گے اسی طرح مولوی حمید اللہ کی شادی پر کیا۔ مولوی عبدالمجید صاحب کے کہنے پر صرف ایک آدمی کو ساتھ لے لیا تاکہ اگر لڑکی والوں نے کچھ سامان دے دیا تو وہ اٹھا سکے۔

صحبت کے بغیر اہلِ علم کی بھی ہستی نہیں مرتی۔ ان میں بھی دنیا داروں والی آن اور شان ہوتی ہے یہ تقریر تربیت کے لئے ہوتی ہے۔ تربیت کے بغیر انسانیت نہیں آتی۔ ناموری اور شہرت سب چیزوں کی بھوک رہتی ہے۔ میرے پیش نظر صرف ایک چیز ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اور آپ سے راضی ہو جائے۔ اور آپ کے اعمال صالحہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ میری بھی نجات فرماویں۔ اگر اللہ تعالیٰ راضی نہ ہوئے تو قیامت کے دن حضور کے دروازے سے بھی دھکے ملیں گے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ اس قسم کے لوگوں کو فرشتے حضورؐ کے پاس

جانے سے روکیں گے۔ تو آپؐ ان سے فرمائیں گے اصحابی۔اصحابی (میرے دوست ہیں۔میرے دوست ہیں) آنے دو۔ فرشتے عرض کریں گے۔

اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ — آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کتنی نئی باتیں دین میں داخل کر لی تھیں۔

یعنی یہ آپ کا کلمہ تو پڑھتے تھے۔ مگر ان کا دین آپ والا دین نہ تھا بلکہ ان کا دین اور تھا صحبت کے بغیر نہ ہستی مرتی ہے اور نہ دنیا پرستی کی بیماری جاتی ہے۔ اللہ والوں کی صحبت سے مستفیض ہونے کے لیے ان کے ساتھ عقیدت۔ ادب اور اطاعت کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد رنگ چڑھتا ہے تربیت کے بعد بی اے اور مدارس عربیہ کے فاضل دونوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اولیائے کرام ہستی مسل کر رکھ دیتے ہیں۔ یہ تو تمہید ہی تھی۔ میری آج کی تقریر کا عنوان ہے۔

مردہ انسانوں سے زندہ اور زندوں سے مُردہ پیدا ہوتے ہیں

بعض الفاظ کئی زبانوں میں مشترک ہوتے ہیں لیکن ایک زبان میں ان کے معنی کچھ اور ہوتے ہیں۔ اور دوسری میں کچھ اور مثلاً لفظ کھنڈ پنجابی اور سندھی دونوں زبانوں میں بولا جاتا ہے۔ لیکن پنجابی میں اس کے معنی قند سفید کے اور سندھی میں نہر کا بند ٹوٹنے کے ہیں۔

ببیں تفاوت راہ از کجا ست تا بہ کجا

کہاں قند سفید اور کہاں نہر کا بند ٹوٹنا۔ اسی طرح ہماری اور اللہ تعالیٰ کی اصطلاح میں بعض الفاظ مشترک ہوتے ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں ان کے اور معنی ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کے ہاں اور ان میں سے دو لفظ ہیں زندہ اور مردہ۔ ہم اس کو زندہ کہتے ہیں جو چلتا پھرتا۔ کماتا اور کھاتا پیتا نظر آئے۔ اور مردہ وہ ہے۔ جو ان کاموں کے کرنے سے رہ جائے۔ اللہ تعالیٰ اور حضورؐ کے ہاں زندہ وہ

ہے۔ جس کو ذکر الٰہی کرنے کی توفیق عطا شدہ ہے اور مردہ وہ ہے جس کو یہ توفیق نہیں دی گئی۔ یعنی ذاکر زندہ اور غافل مُردہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ الْاَشْعَرِیْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال اس شخص کی جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے۔ اور جو نہیں یاد کرتا زندہ اور مردہ کی مثال ہے

مواحد زندہ اور مشرک مردہ ہے۔ بے نماز مسلمان بھی اذان سن کر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہے لیکن مشرک اس سے گھبراتا ہے۔

اَجَعَلَ الْاٰلِھَةَ اِلٰھًا وَّاحِدًا اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ

کیا اس نے سب خداؤں کو ایک خدا بنا دیا ہے۔ بے شک یہ تو البتہ عجیب چیز ہے۔

حاکم دماغ ہوتا ہے۔ اگر وہ ٹھیک ہو تو کیا مجال

ہے کوئی بے نماز رہے۔ تحصیلدار نمازی ہو۔ اور وہ دوسروں کو نمازی بنانا چاہے۔ تو اس علاقہ میں کوئی بے نماز نظر نہ آئے گا۔ اسی طرح ڈپٹی کمشنر اگر لوگوں کو نمازی بنانا چاہے تو اس کے ضلع میں کوئی بے نمازی رہ سکتا ہے؟ میری عمر ۷۱ سال کی ہے اور ۳۸ سال سے لاہور میں رہتا ہوں۔ جن کی پیدائش کے وقت میں نے اذانیں کہی تھیں وہ اب بی۔ اے ہیں۔ ان میں سے بعض کمیونسٹ اور بعض مشرک ہیں۔ ان کے والدین نیک تھے

اس کے یہ معنی ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کی اصطلاح میں والدین زندہ تھے اور اولاد مُردہ ہے۔ زندوں سے مُردے پیدا ہوگئے ایک دوست جن کا کاروبار لندن تک تھا۔ بیمار ہوگیا۔ تو میں ان کی بیمار پُرسی کے لئے گیا۔ ان پر فالج کا حملہ ہو چکا تھا۔ لیکن کچھ آرام آگیا تھا۔ لیکن چلنے پھرنے سے معذور تھے۔ انہوں نے مجھے بتلایا کہ میری بیوی کہتی ہے۔ تو وہابی ہے اس لیے روٹی نیچے نہیں پہنچاؤں گی۔ اُوپر آکر کھاؤ وہ خود درس میں آتے تھے۔ بیوی کو نہ لائے اور نہ

جو کچھ سنا۔ اس کو سنایا۔ یہ اس کی سزا ہے۔ اس بڑھیا کو دیکھو۔ جس کی ساری عمر کمائی کھائی۔ اب اس سے یہ سلوک ہے۔

قرآن مجید کے اندر انقلابی طاقت موجود ہے۔ آپ میں اکثر اس بات کے گواہ ہیں۔ کہ پہلے توحید و شرک۔ ایمان و کفر۔ حق و باطل اور سنت و بدعت میں تمیز نہ تھی۔ قرآن سننے سے انقلاب آگیا۔ اور پتہ ہے کہ ایمان یہ ہے اور کفر یہ ہے۔ میں اپنے ۲ر مارچ ۱۹۵۶ء کے خطبہ میں جو "خدام الدین" لاہور مورخہ ۹ر مارچ ۱۹۵۶ء میں چھپ چکا ہے۔ عرض کر چکا ہوں کہ انسان کی تین حالتوں پر سوائے قرآن مجید کے کوئی کتاب نہیں بولتی۔ ماضی میں انسان کیا تھا۔ حال اس کو کس طرح گزارنا چاہیئے۔ تاکہ مستقبل کی زندگی کے مصائب سے نجات پا سکے۔ ان تینوں عنوانات پر فقط قرآن ہی بولتا ہے۔

مسلمان شرک کرتا ہے۔ لیکن شرک کو شرک نہیں سمجھتا۔ یہ شرک کو اگر شرک نہ سمجھے گا تو خدا بھی

اپنی غیرت سے دستبردار ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں عورت اگر بدکاری کو بُرا نہ سمجھے تو کیا خاوند بھی اپنی غیرت چھوڑ دے گا۔ ہرگز نہیں۔ مسلمانوں میں شرک اس لیئے موجود ہے کہ یہ قرآن مجید کی تعلیم نہیں حاصل کرتے۔ تعلیم قرآن کے بغیر عالم بھی مشرک ہوتے ہیں۔ وہ مشرکوں کی پیٹھ ٹھونکتے ہیں۔ بعض اوقات ماں باپ مردہ ہوتے ہیں۔ خوش قسمتی سے اولاد قرآن کی صحبت میں آگئی۔ تو زندہ ہو گئی۔ نورِ قرآن آیا اور آنکھیں کھل گئیں۔ قرآن کی تعلیم کے بغیر اچھے اور شریف آدمی مشرک ہیں۔

جس طرح ہم چاہتے ہیں۔ کہ ہمیں اللہ تعالیٰ جو اولاد دے۔ وہ مردہ نہ ہو۔ بلکہ زندہ ہو۔ ادھر بھی یہی ہونا چاہیئے۔ کہ ہماری اولاد کے سینے نور قرآن اور نورِ سنت سے منوّر ہوں۔ تا کہ اللہ تعالیٰ اور حضورؐ کے ہاں وہ زندوں میں شمار کئے جائیں۔ اس آئینہ میں مسلمانوں کا منہ دیکھیئے۔ کتنے ہیں جن کو یہ شوق ہے کہ بیٹا یا بیٹی جب میٹرک پاس کرے تو ساتھ

قرآن بھی پڑھ جائے ۔ ایف اے کرے تو قرآن
کے معانی بھی اسے آجائیں ۔ کتنی تعلیم ہے لڑکے
لڑکیاں تعلیم حاصل کر رہے ہیں ۔ مگر قرآن سے
جہالت کا یہ عالم ہے کہ ایک کالج کی سات سو
طالبات میں سے صرف پچاس ناظرہ قرآن پڑھی
ہوئی ہیں ۔ پھر کیا یہ مردہ نہیں ہیں ۔ والدین نیک
تھے ۔ ان سے یہ مُردے پیدا ہو گئے ۔ آیندہ
نسل میں اکثریت مُردوں کی ہے ۔ کتنے ہیں جن
کو توحید اور شرک میں امتیاز ہے ؟ یہ باتیں
سیکھنے سے آتی ہیں ۔ لڑکی اگر اکیلی کراچی چلی جائے
تو لوگ کہتے ہیں ۔ بڑی قابل اور ہوشیار ہے ۔

قیامت کے دن ہر ایک سے اس کے ماتحتوں
کے متعلق پوچھا جائے گا ۔ تحصیلدار ڈپٹی کمشنر اور
کمشنر سے پوچھا جائے گا کہ میرا دین کہاں تک
سکھایا تھا ۔ پروفیسر عبداللہ یوسف علی مرحوم جب
اسلامیہ کالج لاہور کے پرنسپل تھے ۔ تو سب پروفیسروں
کو حکم تھا ۔ کہ نمازِ جمعہ ادا کریں ۔ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عُمَرَ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّ
كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ
رَعِيَّتِهٖ فَالْاِمَامُ
الَّذِیْ عَلَى النَّاسِ
وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ
رَعِيَّتِهٖ وَالرَّجُلُ
رَاعٍ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ
وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ
رَعِيَّتِهٖ وَالْمَرْأَةُ
رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ
زَوْجِهَا وَوَلَدِهٖ وَ
هِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهُمْ
وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلٰى

حضرت عبداللہؓ ابن عمر رضی اللہ
عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا خبردار تم راعی ہو۔
اور تم سے اس کی رعیت کی بابت
پوچھا جائے گا۔ پس امام لوگوں کا
راعی ہے۔ اس سے اس کی
رعیت کی بابت پوچھا جائے گا اور
مرد اپنے گھر والوں کا راعی ہے
اور اس سے اس کی رعیت کی
بابت پوچھا جائے گا۔ اور عورت
محافظ ہے اپنے شوہر کے گھر کی
اور اس کے بچوں کی اور اس سے
اس کی بابت پوچھا جائے گا اور
غلام اپنے آقا کے مال کا محافظ
ہے اس سے اس کی بابت پوچھا

مَالِ سَيِّدِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُ اَلَا وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ

جائے گا - خبردار تم میں سے ہر شخص راعی ہے اور ہر راعی سے اس کی رعیت کی بابت پوچھا جائے گا۔

(متفق علیہ)

قیامت کے دن خاوند سے پوچھا جائے گا - کہ بیوی بچوں کو دین سکھلایا تھا - بیوی سے بھی پوچھا جائے گا کہ نوکروں اور بچوں سے میرے احکام کہاں تک تعمیل کرائی تھی - حضورؐ فرماتے ہیں -

مَنْ نُوْقِشَ فِی الْحِسَابِ فَقَدْ هَلَكَ

جس کے حساب میں جرح کی گئی تحقیق وہ ہلاک ہوگیا۔

اس آئینہ میں مسلمانوں کا منہ دیکھیئے کہ کتنے بری الذمہ ہیں - اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اپنی ذمہ داری کو نبھانے اور اپنی اولاد کو زندہ یعنی ذاکر بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا اللہ العالمین

یکم شعبان ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۵ مارچ ۱۹۵۶ء

تزکیۂ نفس کا درجۂ کمال

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ ۚ (الجمعہ ع پ ۲۸)

اللہ تعالیٰ وہ ہے۔ جس نے ان پڑھوں میں انہیں میں سے رسول بھیجا جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے۔ اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور دانشمندی کی تعلیم دیتا ہے۔

غرض یہ ہے کہ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چار فرض ذکر کیے گیے ہیں۔

۱۔ تلاوتِ آیات۔ حضور جبرئیل علیہ السلام سے آیاتِ قرآنی لے کر مخلوقِ خدا کو پہنچا دیتے تھے۔

۲۔ تزکیۂ نفس۔ حضور اپنی صحبت میں بٹھا کر روحانی بیماریوں سے پاک فرما دیتے تھے۔

۳۔ تعلیم کتاب۔ یعنی قرآن مجید کا مفہوم اور مطلب سمجھاتے تھے۔

۴۔ تعلیم حکمت۔ حضورؐ نے صحابہؓ کرام کو عقل و دانش کے وہ گر سکھلائے کہ ساری دنیا کے عقلاء ان کے مقابلے میں مات کھا گئے۔ تلاوتِ آیات، اور تعلیم کتاب دو علیحدہ چیزیں ہیں۔ تلاوت کا فرض حفاظ مکاتب یا ناظرہ پڑھانے والے اساتذہ ادا کرتے ہیں۔ جو بچوں کو ناظرہ قرآن مجید پڑھا دیتے ہیں اور تعلیم کتاب کا فرض علماء کرام بجا لاتے ہیں جو قرآن مجید کے معانی اور مطالب سمجھا کر جاہل کو عالم بنا دیتے ہیں۔

آج میں تزکیہ نفس کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ تزکیۂ نفس کے معنی ہیں۔ باطن کو پاک کرنا۔ حضورؐ نے اللہ تعالیٰ سے لے کر ہمیں ایسی تعلیم دی جس سے امت کا ظاہر و باطن پاک ہو جاتا ہے۔ دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں۔ جس کے ہاں جسم اور کپڑے کو پاک رکھنے کا اتنا اہتمام ہو

جتنا ہمارے ہاں ہے۔ انگریز جسم اور کپڑوں کو صاف رکھتے ہیں۔ لیکن ان کی یہ دونوں چیزیں پاک نہیں ہوتیں۔ یہی حال اس کے تربیت یافتہ مسلمانوں کا ہے۔ ان کے ساتھ سیکنڈ کلاس میں سفر کرنے کا جب کبھی اتفاق ہوتا ہے تو میں دیکھتا ہوں کہ ان جنٹل مینوں کے پاس سوٹ کیس۔ بستر وغیرہ سب کچھ ہوتا ہے۔ نہیں ہوتا تو لوٹا نہیں ہوتا۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ یہ بیت الخلاء میں جاکر طہارت کس طرح کرتے ہیں۔ بڑے سے بڑے جنٹل مین کو بھی وہ تمیز نہیں ہوگی جو حضور کی امت کے غریب سے غریب نماز کے پابند مسلمان کو ہوتی ہے۔ اس کے کپڑے پھٹے پرانے ہوں گے۔ مگر پاک ہونگے اس ظاہر کی پاکیزگی کو طہارت کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

تزکیۂ نفس کا درجہ تکمیل یہ ہے۔ کہ دل سے ماسوا اللہ نکل جائے اور انسان اپنے آپ کو بھول جائے۔ اس کا اپنا کوئی ارادہ نہ رہے۔ اسی کی

طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ	کہہ دیجئے بیشک میری نماز اور
نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَ	میری قربانی اور میری زندگی اور
مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ	میری موت اللہ ہی کے لئے ہے
الْعَالَمِیْنَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِیْكَ	جو پالنے والا ہے۔ سب جہانوں
لَهٗ ج وَبِذٰلِكَ	کا۔ نہیں کوئی شریک اس کا اور
اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ	اس بات کا مجھے حکم دیا گیا ہے
الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۶۳﴾	اور میں سب سے پہلا فرماں بردار
سورۃ الانعام ع پ	ہوں۔

یہ اعلان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کروایا گیا۔ ادھر ہمارے لئے حکم ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ	بے شک ہے تمہارے لئے رسول
اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ	اللہ میں نمونہ اچھا۔

(سورۃ الاحزاب رکوع ۳ پارہ ۲۱)

پہلی آیت میں حضورؐ کا اعلان ہے کہ میری نماز اور عبادت کے سب کام حتّٰی کہ میری موت بھی اللہ کی رضا میں ہی آئے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی حضورؐ

کا نمونہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تاکہ ہماری
بھی زندگی اور موت اللہ کے لیے ہو جائے۔ نہ کہ
اولاد کے لیے۔ بیوی اور والدین کے لئے۔

امین یاالٰہ العالمین

اپنی ہستی اور ماسوا اللہ سب کی نفی ہو جاتے
یہی تزکیۂ نفس کا درجہ تکمیل ہے اس کو کسی نے
یوں بیان فرمایا ہے ؎

دلا تو رسم تعلق ز مرغ آبی جو!
گرچہ غرق بدریا خشک پرَ برخاست

(اے دل تو اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھنے کا طریقہ
مرغابی سے سیکھ جو کہ بظاہر دریا میں غرق ہوتا ہے
لیکن جب اڑنا چاہتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ اس کے پرَ بالکل خشک ہیں۔

یہ نظارہ حاجی صاحبان نے سمندر کے سفر میں
دیکھا ہوگا۔ پرندے سمندر میں بیٹھے رہتے ہیں۔ جب
موج آتی ہے۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ
وہ غرق ہو گئے۔ بعض اوقات کئی کئی موجیں اُن

کے اوپر سے گزر جاتی ہیں۔ لیکن وہ اسی طرح بیٹھے رہتے ہیں۔ جب اڑانا چاہتے ہیں۔ تو ان موجوں کا ان کے پروں پر کوئی اثر نہیں ہوتا مسلمان کو بھی اس طرح دنیا میں زندگی بسر کرنے کا حکم ہے۔ وہ سب میں رہے۔ ہر ایک کے ساتھ اخلاق سے پیش آئے۔ کسی سے لڑائی جھگڑا نہ کرے لیکن دل فقط اللہ تعالےٰ کے ساتھ وابستہ ہو۔ مسلمان سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا ہے پھر جس کے ساتھ وہ حسن سلوک کی اجازت دے اس سے حسن سلوک کرے کہ اللہ کا حکم ہے۔

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ج ان کے ساتھ دستور کے مطابق زندگی بسر کرو۔ (سورۃ النساء ع پ ۴)

اور حضورؐ کا فرمان ہے۔

خِیَارُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَهْلِهٖ — تم میں بھلا آدمی وہ ہے جو اپنے اہل وعیال سے بھلائی کرتا ہے

اصل میں رضائے مولیٰ مطلوب ہے۔ ہم عزیز واقارب کے ساتھ صلہ رحمی اس لئے کرتے ہیں کہ

اللہ کا حکم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ پُل صراط پر ایسے کُنڈے ہوں گے جو ان لوگوں کو کھینچ کر جہنم میں ڈال دیں گے۔ جنہوں نے رشتہ داروں سے اچھا سلوک نہ کیا ہوگا رشتہ داروں کی خدمت بھی اللہ کے لیے ہونی چاہیئے یہ باتیں سیکھنے سے آتی ہیں۔ اکثر دنیا دار بیاہ شادی کے موقعہ پر ریا سے کام لے کر مال بھی گنواتے ہیں۔ اور خدا کو بھی ناراض کرتے ہیں۔ اس قسم کی تقریب پر برادری کو اس لئے کھلانا چاہیئے۔ کہ اللہ کی بارگاہ میں اگر یہ شکایت کریں تو ہم کہہ سکیں کہ اے اللہ! تو میری نیت کو جانتا ہے۔ کہ میں نے ان کی حسب توفیق خدمت کی تھی اس لیے نہ کھلایا جائے کہ وہ بھی ہمیں کھلائیں گے۔

وَلَا تَمۡنُنۡ تَسۡتَكۡثِرُ — اور نہ احسان کر کہ زیادہ ملے

(سورۃ المدثر پ ۲۹)

یہ تو برادری کے متعلق تھا۔ اب غیروں کے متعلق سنیئے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے۔

تَهَادُوا تَحَابُوا — ایک دوسرے کو ہدیے دیا کرو

اَلْحدیث — تاکہ آپس میں محبت بڑھے۔

البتہ احباب کو کھلانے میں ایک بات ملحوظ رکھنی مناسب ہے۔ جس طرح حضور نے فرمایا ہے۔

لَا یَأْکُلُ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِیٌّ — اے مسلمان تیرا کھانا پرہیزگار کے سوائے کوئی نہ کھائے۔

اللہ کے نیک بندوں کی دعائیں لینے کے لئے آموں کے موسم میں ان کی آموں کی دعوت کر دیجئے تاکہ وہ صفائی کے گواہ ہو جائیں۔ حضور کا ارشاد ہے۔

اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْاَرْضِ — تم زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔

یعنی جس کو تم اچھا کہوگے وہ اچھا اور جس کو تم برا کہوگے وہ برا اپنوں کو اس نیت اور غیروں کو اس نیت سے کھلایئے۔ ہر کام میں مطلوب و مقصود فقط اللہ تعالیٰ کی رضا ہونی چاہیئے۔

ہم میں سے ہر ایک شخص چاہتا ہے، کہ

اللہ تعالیٰ اس کو جو اولاد دے یا جو بہو اس کے
گھر آئے وہ اندر اور باہر کی بیماریوں سے پاک
ہو یعنی اولاد اور بہو گنجی اور بھینگی نہ ہو اور نہ
دق کی مریضہ ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کو بھی بندے
ایسے چاہئیں جو ظاہر اور باطن کی بیماریوں سے
پاک ہوں۔ ان کے لیئے اس نے جنت بنائی ہے
اس کو مشرک۔ کافر۔ نفاق اعتقادی کے منافق نہیں
چاہئیں۔ ظاہر اور باطن تزکیہ نفس سے پیدا ہوتا ہے

بلے میوہ زمیوہ رنگ گیرد

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ انسان جس فن میں کمال حاصل کرتا
ہے اس فن کے کامل کی صحبت میں مدتِ مدید تک
اپنے آپ کو بٹھائے گا تو کامل ہو جائے گا۔
مثلاً درزی بننے کے لیئے درزی کی صحبت میں مدتِ
مدید تک بیٹھنا ضروری ہے۔ استاد کی ہر نقل و
حرکت کو دیکھے گا۔ استاد کچھ زبان سے اور کچھ
عمل سے سمجھائے گا۔ آہستہ آہستہ یہ بھی کامل ہو
جائے گا۔ اسی طرح اگر تزکیۂ نفس چاہیئے تو اس فن

کے کاملین کی تلاش کرنی پڑے گی - کامل نایاب نہیں - کمیاب ضرور ہیں - وہ اللہ نے بیج کے طور پر رکھے ہوئے ہیں - وہ عام نہیں ملتے اور نہ ان کی بہتات ہے - اگر کامل مل جائے تو اس کے ساتھ عقیدت، ادب اور اطاعت ہوگی - توفیض حاصل ہوگا - ورنہ ؎

تہیدستانِ قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

ان گناہ گار آنکھوں نے اہل اللہ کی صحبت میں ایسے ۲۴ گھنٹے بے دام کے غلام دیکھے ہیں - جو عقیدت، ادب اور اطاعت کے نہ ہونے کے باعث محروم رہے -

شیخ کامل کے دل میں ملال آیا - تو طالب کا ستیاناس ہو جاتا ہے - کامل کی ذاتی غرض کوئی نہیں ہوتی - وہ جو فرماتے ہیں - اللہ کی رضا کے لئے فرماتے ہیں -

میرے دادا پیر رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں ایک بزرگ

آیا کرتے تھے۔ ان کو جب ان کے بیٹے کے مرنے کی اطلاع دی گئی تو فرمایا مجھے کیا کہتے ہو۔ کتے کو گڑھے میں ڈال دو۔ یعنی قبر کھود کر میت کو دفن کرآؤ۔ یہ ہے فنا فی اللہ میں درجہ تکمیل۔

ایک دوسرے بزرگ کا واقعہ ہے کہ باہر ان کے بیٹے کی شادی کی خوشیاں منائی جارہی تھیں۔ اور وہ خلاف معمول بار بار اندر تشریف لے جاتے تھے کسی بے تکلف خادم کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ جس بیٹے کی شادی کی خوشیاں ہو رہی ہیں۔ مجھے اس کی موت کی اطلاع مل چکی ہے۔ اندر اس کا کفن سینے کے لئے بار بار جاتا ہوں۔ یہ ہے اللہ کی رضاء میں فنا ہونے کی مثال تام۔

یہ چیزیں تعلیم و تربیت سے حاصل ہوتی ہیں۔ تعلیم و تربیت کے بغیر اکثریت کو بیوی اور اولاد مقصود بالذات ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو روحانی امراض سے شفایاب فرمائے۔ تاکہ جب ہم دنیا سے جائیں۔ پاک ہوکر ہو جائیں۔ آمین۔

۸ر شعبان ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۲ر مارچ ۱۹۵۶ء

تزکیہ نفس پر نجات کا دارومدار ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝ (سورۃ الشمس پارہ ۳۰)

تحقیق وہ فلاح پا گیا۔ جس نے اس (نفس) کو پاک کر لیا۔ اور تحقیق خسارہ اُٹھایا اس نے جس نے اس کو مٹی میں ملا دیا۔

پہلی آیت کا حاصل یہ نکلا کہ تزکیۂ نفس پر نجات کا دارو مدار ہے۔

نفس کو کس نجاست سے پاک کرنا ہے؟ امراض روحانی کی نجاست سے۔ جو امراضِ روحانی سے پاک ہو کر اس جہان سے گیا۔ وہ اس جہان سے نجات پائے گا۔ گویا کہ نجات کا سرٹیفکیٹ یہاں سے حاصل کر کے جانا ہے۔ اگر یہاں پاک ہو گیا تو وہاں نجات مل جائے گی۔ اگر یہاں پاک نہ ہوا تو وہاں پاک

کیا جائے گا۔ وہاں روحانی امراض کے علاج کے لیئے
ایک ہی ہسپتال ہے۔ جس کا نام جہنم ہے۔ جس
طرح میو ہسپتال میں مختلف وارڈ ہیں۔ اسی طرح
جہنم میں مختلف وارڈ ہیں۔ دنیا میں ہادی کی
صحبت میں امراض روحانی سے شفا ہو جاتی ہے
اگر یہاں شفا نہ پائی تو وہاں امراض روحانی کی
دو قسمیں ہوں گی۔

۱۔ وہ جن سے شفا ہو جائے گی۔
۲۔ وہ جن سے شفا نہ ہو گی۔

میو سپتال میں بھی دو قسم کے مریض ہوتے ہیں۔
۱۔ وہ جو علاج کے بعد شفایاب ہو کر گھر آ
جاتے ہیں
۲۔ وہ جو دق میں مبتلا ہوتے ہیں۔ وہ شفا
نہیں پاتے بلکہ ان کا وہاں سے جنازہ ہی نکلتا
ہے۔ اس قسم کے مریضوں کے علاج کا خرچ حکومت ہی برداشت
کر سکتی ہے۔ گھر والے تو تنگ آ جاتے ہیں۔
اسی طرح جہنم میں بعض روحانی امراض سے شفا پا

کر مریض نکل آئیں گے - مثلاً حسد- کبر- عُجب وغیرہ
صاحبِ حسد- صاحب کبر- صاحب عجب وغیرہ
کو کافر نہیں کہتے - لیکن روحانی لحاظ سے یہ بھی بیمار
ہیں- تین قسم کے امراض روحانی سے جہنم میں بھی شفا
نہ ہوگی - یہ دق کی طرح مہلک امراض ہیں -

۱- کفر ۲- شرک ۳- نفاق اعتقادی -

خوش نصیب ہیں وہ جو اس جہان میں ہادی
کے دامن سے وابستہ ہو جائیں - ہادی کی صحبت میں
دونوں قسم کی بیماریوں سے شفا ہو جاتی ہے - حسد
کبر، عجب وغیرہ سے بھی اور کفر، شرک اور
نفاق اعتقادی سے بھی صحابہ کرام میں سے اکثر
مشرف باسلام ہونے سے پہلے کفر اور شرک میں
مبتلا تھے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں آئے
تو بفضلہٖ تعالیٰ ان امراضِ روحانی سے پاک ہو گئے -
نہ کفر رہا اور نہ شرک رہا - جب منافقین کے حق
میں یہ آیت نازل ہوئی ہوگی تو ممکن ہے - کہ کئی
منافق ڈر کر مخلص ہو گئے ہوں -

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۝۸۰

(سورۃ التوبۃ ع۱۵ پ۱۰)

آپ ان (منافقین) کے لئے بخشش مانگیں یا ان کے لئے بخشش نہ مانگیں۔ اگر آپ ان کے لیے ستّر دفعہ بھی بخشش مانگیں تو بھی اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہ بخشے گا۔

ہادی کے معنی ہیں راہنما۔ وہ دربار الٰہی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہادیوں کے امام تھے۔ اب آپؐ کے دروازے کے غلام ہادی ہوں گے۔ ان کے سینہ میں نور قرآن اور زبان پر بھی نور قرآن ہو گا۔ وہ دروازہ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے گزار کر دربار الٰہی میں پہنچانے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ ان جیسا محسن کوئی نہیں ہوتا وہ ماں باپ سے بھی زیادہ محسن ہوتے ہیں۔ ماں باپ تو عرش سے فرش پر لا ڈالتے ہیں۔ ہادی فرش سے اٹھا کر عرش پر پہنچا دیتے ہیں۔ ان کی صحبت میں پہنچ کر کافر۔ مشرک اور نفاق اعتقادی کے منافق بھی شفایاب ہو جاتے ہیں۔ کافر مومن

اور مشرک مواحد ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کے حضرات سے جو محبت ہوتی ہے۔ اس کا اظہار کسی نے یوں کیا ہے ؎

آرزو دارم کہ خاک آں قدم
توتیائے چشم سازم دم بدم

(میری خواہش ہے کہ میں اس پاؤں کی خاک کو ہر دم آنکھ کا سرمہ بنائے رکھوں!)

یہ حقیقی اور دلی محبت ہوتی ہے جو دو ڈھائی ہزار ماہوار تنخواہ پاتے ہیں۔ وہ تو اپنی محنت کا معاوضہ لے لیتے ہیں۔ نہ ان سے محبت ہوتی ہے۔ اور نہ ان کی عزت ہوتی ہے۔ محبت اور عزت ان کی ہوتی ہے۔ جو کفر سے تائب ہو کر دل میں نور ایمان بھر دیتے ہیں۔ ان سے زیادہ اور کیا چاہیئے۔

کفر اور شرک اللہ تعالیٰ سے بغاوت ہے۔ کافر اور مشرک باغی ہیں۔ شاہ وقت کا باغی گرفتار ہونے سے پہلے بغاوت سے باز آجائے۔ تو

جیل سے بچ جاتا ہے ۔ گرفتار ہونے کے بعد اگر معافی مانگ لے اور آئندہ کے لیے ضمانت دے دے تو بھی جیل سے رہا ہو جاتا ہے ۔ لیکن اگر معافی نہ مانگے تو گرفتار ہونے کے بعد جیل سے کبھی نہیں نکل سکے گا ۔ بدمعاش سزا بھگت کر نکل آتا ہے ۔ باغی اعتقاداً اور بدمعاش عملاً شاہی قانون کا مخالف ہوتا ہے ۔ دونوں میں فرق ہے ۔ اسی طرح کافر اور مشرک اور فاسق میں فرق ہے ۔ کافر اور مشرک اعتقاداً اور فاسق عملاً اللہ تعالیٰ کے قانون کے مخالف ہیں ۔ موت آنے سے پہلے اگر دونوں تائب ہو جائیں ۔ تو خدا تعالیٰ کے جیل خانے یعنی جہنم سے بچ جائیں گے ۔

اطبا اپنی دواؤں کی فہرست کے سرورق پر لکھا کرتے ہیں ۔ لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ (ہر مرض کی دوا ہے) جس طرح اللہ تعالیٰ کی ربوبیت نے جسمانی مرض کی دوا پیدا کر دی ہے ۔ اسی طرح قرآن مجید خود نہیں بولتا مگر ہادی بولتا ہے ۔ جس طرح طبیب جسمانی امراض

کا نسخہ طبّ کی کتابوں سے ہی تجویز کرتا ہے۔
اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتا۔ اسی طرح ہادی اپنی
طرف سے کچھ نہیں کرتا۔ وہ کتاب و سنت کی
روشنی میں رہنمائی کرتا ہے۔ میں کہا کرتا ہوں۔ کہ
قرآن مجید کانٹا بدل دیتا ہے۔

جن کی زندگی کی گاڑی جہنم کی لائن پر سرپٹ
جا رہی ہوتی ہے۔ وہ جب قرآن مجید کی صحبت
میں پہنچ جاتے ہیں۔ تو یہ کانٹا بدل جاتا ہے اور
وہ جنت کی لائن پر چل نکلتے ہیں۔

صحابۂ کرام۔ صوفیائے عظام۔ مفسرین۔ محدثین۔
فقہائے عظام۔ ائمہ کرام۔ لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد
میں دنیا سے پاک ہو کر گئے۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ میری امت میں سے ستّر
ہزار اشخاص بلا حساب جنت میں جائیں گے۔ اور
ان میں سے ہر ایک ہزار کے ساتھ ستّر ستّر ہزار
ہوں گے۔ یہ کوئی بعید از قیاس بات نہیں ہماری
سمجھ میں تو آتی ہے۔ انہوں نے تو عمریں صرف

کی ہیں۔ یہ وہی ہیں۔ جو یہاں سے شفایاب ہوکر گئے ہیں۔

آنانکہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک

اولیاء کرام کی صحبت میں حسد وغیرہ روحانی امراض سے شفا ہو جاتی ہے۔ پھر انسان یہ سمجھتا ہے کہ ع

تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

حضرت امروٹی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک دفعہ مجھے ایک خط میں سندھی کا ایک شعر لکھا تھا وہ خط میرے پاس اَب تک موجود ہے:۔

اس شعر کا مطلب یہ ہے۔ کہ جنہوں نے اپنی آنکھیں اپنے اندر گاڑ رکھی ہیں۔ وہ اپنے میں ہی مست و محو رہتے ہیں۔ وہ ایک ساعۃ میں سو سو مرتبہ اپنے محبوب کو یاد کرتے ہیں یہ بھی وہی بات کہ ؎

تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

"تزکیہ نفس کے بعد ہی فلاح کا ٹکٹ ملتا ہے

فلاح پانے والے لاکھوں نہیں کروڑوں بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوں گے ۔ ان میں سے ایک تو وہ ہوں گے ۔ جن کا کوئی حساب کتاب نہ ہوگا دوسرے وہ ہوں گے کہ جن کا حساب کتاب تو ہوگا ۔ مگر وہ حساب بے باق کر کے جائیں گے ۔

حضورؐ کے متعلق سور الطور رکوع ۲ پارہ ۲۷ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

اَمْ تَسْئَلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۞

کیا آپ ان سے (تبلیغ حق پر) کچھ معاوضہ مانگتے ہیں ۔ کہ وہ تاوان ان کو گراں معلوم ہوتا ہے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دروازے کے غلاموں کی خدمت کا صلہ کوئی دے ہی نہیں سکتا ۔ ہاں ان کی خدمت کا صلہ یہ دعا ہو سکتی ہے ۔ جَزَاكَ اللّٰهُ فِى الدَّارَيْنِ خَيْرًا عَفَاكَ اللّٰهُ عَنْ شَرِّ النَّوَائِبِ ۔

میں نے اپنے مربّی حضرات کی خدمت میں کبھی ایک روپیہ بھی نذرانہ پیش نہیں کیا تھا ۔ لیکن ان کو

مجھ سے بے حد محبت تھی - اور ہر وقت بیٹا بیٹا فرماتے رہتے تھے اور مجھے ان سے عشق تھا۔ ایک دفعہ میں حضرت امروٹی کی حاضر خدمت ہوا جب واپس آنے لگا تو میں نے عرض کی - کہ حضرت! میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں - فرمانے لگے کہ بیٹا! میں تمہارے لیئے دن رات دعا کرتا رہتا ہوں - میں خاموش ہوگیا اور اجازت لے کر واپس آگیا - اللہ والے تو دلوں کے بیوپاری ہوتے ہیں - وہ دلوں کی جنس کو دیکھ لیتے ہیں - وہ ظاہری سازو سامان کو نہیں دیکھتے - گھوڑوں کے بیوپاری ایک موٹے تازے گھوڑے کے مقابلہ میں جو دوڑ نہیں سکتا - ایک دوڑنے والے ٹٹو کو ترجیح دیتے ہیں اسی طرح اللہ والے غافل امیر کے مقابلہ میں ذاکر غریب کو ترجیح دیتے ہیں

معالج روحانی سے عقیدت - ادب اور اطاعت ہو تو امراض روحانی سے شفا ہوتی ہے - امراض روحانی سے شفایاب ہونے کے بعد بھی اس جہان میں آرام

نہیں ملتا۔ پھر باطل سے ٹکر ہوتی رہتی ہے۔ صحابہ کرامؓ نے اپنی ہستی فنا کر رکھی تھی۔ لیکن پھر بھی ان کو ہجرت کے بعد ۱۲۱ غزوات و سرایا ہیں جانا پڑا۔ ہجرت کے بعد حضورؐ کی دس سالہ حیٰوۃِ طیبّہ کے ۱۲۰ مہینے بنتے ہیں گویا کہ صحابہ کرامؓ کو ہر مہینہ ایک لڑائی لڑنی پڑی۔ صحابہ کرامؓ کو اہل حق سے محبّت تھی۔ اور اہل باطل سے ٹکر تھی۔ اب بھی تزکیۂ نفس کے بعد یہی ہوگا۔ کسی نے کہا ہے۔ کہ" نہ اتنے میٹھے ہو کہ دوسرا ہڑپ کر جائے۔ اور نہ اتنے کڑوے ہو کہ وہ تھوک دے"

تزکیۂ نفس کے بعد زندگی اہل حق سے محبّت اور اہل باطل سے ٹکر میں گزرے گی۔ اللہ تعالیٰ میرا اور آپ کا مرنے سے پہلے تزکیہ نفس فرمائے۔ تاکہ ہماری نجات ہو جائے۔ آمین یا الہ العالمین

پاکستانی مسلمانوں کی اکثریت مٹی کی عاشق ہے۔

اس جہان کی ہر چیز مٹی سے پیدا شدہ ہے۔ لکڑی کپڑا وغیرہ ہر چیز مٹی سے بنتی ہے۔ اکثریت انہی میں

غرق ہے۔ وہی "کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں"۔
والا معاملہ ہے۔ ان کو بیوی ۔ اولاد ۔ کوٹھی اور موٹر
یہ سب چیزیں بڑی پیاری ہیں ۔ انہیں میں غرق ہیں
نہ موت یاد ہے۔ اور نہ فکر عاقبت ہے اللہ تعالیٰ
ان کو اس گمراہی کے گڑھے سے نکالے۔ آمین
یا الہ العالمین ؕ

---

۱۵ شعبان المکرم ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۹ مارچ ۱۹۵۶ء

خدا تعالیٰ کے بندوں کی دو قسمیں ہیں

سورۃ الکہف رکوع ۴ پارہ ۱۵ میں اللہ تعالےٰ
فرماتے ہیں :-

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ	اور تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ
الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ	جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے
بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ	ہیں۔ اسی کی رضامندی چاہتے ہیں
يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ	اور تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹا

وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾

کہ تو دنیا کی زندگی کی زینت تلاش کرنے لگ جائے اور اس شخص کا کہنا نہ مان۔ جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور اپنی خواہش کے تابع ہو گیا ہے اور اس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے۔

اس آیت سے چند چیزیں برآمد ہوتی ہیں۔ میں آج وہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

پہلی چیز جو اس آیت سے برآمد ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ذاکر اور بعض غافل ہوتے ہیں۔ اَلَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ میں اللہ کے ذاکر بندوں کا ذکر ہے۔ ہمیں حکم دے رہے ہیں کہ ان کی صحبت میں اپنے آپ کو پابند رکھیئے وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا میں غافل انسانوں کا ذکر ہے۔ ہمیں ان کی صحبت سے بچنے کا حکم دے رہے ہیں۔ فکر معاش کے لیئے مسلمان جہاں دل

چاہے جائے - اسلام اس سے نہیں روکتا ہے - البتہ ایک چیز کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ حرام ذریعہ سے روزی کما کر نہ لائے - مثلاً شراب کی تجارت نہ کرے اور نہ شراب فروش کی دکان پر نوکری کرے - جب وہاں سے فارغ ہو کر آئے تو اس کے بعد ایسے شخص یا ایسی جماعت کی مجلس میں نشست و برخاست اختیار کرے جن کی زندگی کا مقصد رضائے الٰہی ہے - انسان پہلے خود غفلت اختیار کرتا ہے - اس کے بعد اللہ تعالیٰ بھی اسے غافلوں کی فہرست میں شامل کر دیتے ہیں - اللہ تعالیٰ کا یہ حکم در اصل اس کی اپنی غفلت شعاری پر نافذ ہوتا ہے -

دوسری چیز جو عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض بندوں کو اس دنیا میں فقط رضائے الٰہی مطلوب ہوتی ہے - یُرِیْدُوْنَ وَجْھَهٗ میں ان کا ذکر ہے - فرماتے ہیں - کہ ان کو فقط اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب - محبوب اور مقصود

ہوتی ہے۔ زِیْنَةَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا میں دنیا کی زندگی کے
طالبوں کا ذکر ہے۔ ان کی زندگی کا مقصد ہی یہ
ہوتا ہے۔ کہ عمدہ قسم کا لباس زیب تن ہو۔
پاؤں میں بہترین جوتا ہو۔ اور سر پر لنگی ایسی ہو
کہ لوگ دیکھ کر حیران رہ جائیں۔ ان کی خواہش
یہ ہوتی ہے۔ کہ زیادہ سے زیادہ روپیہ کمائیں اور
قابل دید۔ قابلِ رشک اور بہترین کوٹھی بنائیں۔
یہ لوگ فقط دنیا کی زندگی کو مقصود بالذات بناتے
ہیں۔ تیسری چیز جو برآمد ہوتی ہے وہ یہ ہے۔ کہ
اللہ تعالیٰ کے بعض بندے دائرہ عبدیت میں بند
ہوتے ہیں۔ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ جو اللہ تعالیٰ کی
رضا کے طالب ہیں۔ وہ اس کی نافرمانی نہ کرینگے
دوسرے وہ ہیں۔ جن کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں
وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا وہ خدا کی
عبدیت کے دائرہ میں بند نہیں۔ وہ تو متبع ہوا
ہیں۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو یاد الٰہی میں ہر لمحہ

شاغل رہنے والوں کی فہرست میں شامل فرمائے اور غافل ہونے سے بچائے۔ آمین یا الہ العالمین

پہلی قسم کے لوگوں کی زندگی کا مقصد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔ دوسری قسم کے لوگوں کی زندگی کا مقصد ہے۔ دنیا کی زینت۔ ان کی کوٹھی میں خواہ نہ مصلّٰی تک نہ ہو۔ اور نہ خدا کا نام ہو

ایک دفعہ حضرت امروٹی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک خادم لاہور میں شریف اور دین دار رشتہ کی تلاش میں مجھ سے ملا۔ چونکہ وہ میرے حضرتؒ کا خادم تھا۔ اس لئے میں نے اپنی بیوی اور ایک عورت کو اس کوٹھی میں ظہر کے وقت بھیجا۔ جہاں وہ اپنا رشتہ کرنا چاہتے تھے۔ دنیا دار تو سوٹ، چائے کے سٹ اور صوفاء سیٹ کو دیکھتے ہیں۔ لیکن ہمارا ٹیسٹ اور ہے ع

نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی۔

میری بیوی نے وضو کے لئے لوٹا مانگا تو معلوم ہوا کہ کوٹھی میں لوٹا نہیں ہے۔ انہوں نے کسی نہ کسی

طرح وضو تو کرا دیا - اس کے بعد جب مصلّٰی مانگا
تو وہ بھی موجود نہ تھا - بڑی تلاش کے بعد دوسری
یا تیسری کوٹھی سے منگوایا گیا - یہ ہے ذکر الہٰی
سے غافل مسلمان! اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو
ذاکرین کی فہرست میں شامل فرمائیں - آمین یا
الٰہ العالمین۔

اللہ تعالیٰ راضی ہو گئے تو رضائے الہٰی کا تمغہ
قبر میں ساتھ جائے گا - اور اس کے بعد میدان
محشر میں بھی ساتھ جائے گا - جن کو اللہ تعالےٰ
کی رضا محبوب ہوتی ہے - ان کو خدا تعالیٰ جو کچھ
دیتا ہے - وہ اسی میں بسر اوقات کر لیتے ہیں - وہ
یہ نہیں کہتے کہ فلاں چیز ہو اور فلاں نہ ہو - جو
لوگ حق عبدیت سے باہر نکل جاتے ہیں - وہ
کما کر لانے - شادی غمی کے موقعہ پر خرچ کرنے
میں آزاد ہوتے ہیں - جن کو احساس ہے کہ قدم
دائرہ عبدیت سے باہر نکلنے نہ پائے - جب ان
کا قدم باہر نکل جاتا ہے - وہ فوراً توبہ کر کے

دائرۂ عبدیت کے اندر آجاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ	حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
وَسَلَّمَ کُلُّ بَنِیْ آدَمَ	فرمایا۔ آدم علیہ السلام کی تمام اولاد
خَطَّاءٌ وَخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ	خطا کار ہے اور خطا کاروں میں
التَّوَّابُوْنَ (باب استغفار مشکوٰۃ)	سے بہترین توبہ کرنے والے ہیں

رواہ الترمذی و ابن ماجہ

انسان فرشتہ نہیں ہوتا کہ اس کا قدم دائرہ عبدیت سے باہر ہی نہ نکلنے پائے۔ گناہ پر دوام اور ضد نہ ہو۔ جونہی قدم پھسلا فوراً معافی مانگ لے لیکن ع

گفتن و کردن فرقے دارد

دنیا دار نہ باتیں یہ کہہ سکتا ہے۔ اور نہ اس کی صحبت میں یہ رنگ چڑھتا ہے۔ اس رنگ کے پہلے رنگین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اس کے بعد صحابہ کرام کا نمبر آتا ہے۔ ان میں جو

رنگ تھا وہ حضور کا عکس تھا۔ صحابۂ کرام کا عکس تابعین پر پڑا تھا۔ حضورؐ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ عَلٰی حَصِيْرٍ وَقَدْ اَثَّرَ فِيْ جَسَدِهٖ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نَبْسُطَ لَكَ وَنَعْمَلَ فَقَالَ مَا لِيْ وَلِلدُّنْيَا وَمَا اَنَا وَالدُّنْيَا اِلَّا كَرَاكِبٍ اِسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا۔	ابن مسعودؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوریے پر سوئے۔ سو کر اُٹھے تو آپ کے جسم مبارک پر بوریے کے نشان تھے۔ ابن مسعود نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر آپ ہم کو حکم دے دیتے تو ہم آپ کے لیے بستر بنا دیتے اور آپ کے لئے آرام کے اسباب مہیا کر دیتے آپ نے فرمایا۔ مجھ کو دنیا سے کیا مطلب۔ میری اور دنیا کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی سوار کسی درخت کے نیچے ٹھہر کر سایہ سے فائدہ لے اور پھر چل دے اور پھر درخت کو اپنی جگہ چھوڑ جائے۔
(کتاب الرقاق مشکوٰۃ، رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ)	

اس کا عکس صحابۂ کرام میں ملاحظہ ہو۔ ایک صحابی اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ باغ بہت گنجان تھا۔ اس میں ایک پرندہ پھنس گیا۔ وہ کبھی ادھر اڑ کر جاتا تھا۔ اور کبھی اُدھر۔ مگر راستہ نہ ملتا تھا۔ اس صحابی کا خیال نماز سے ہٹ کر اس پرندہ کی طرف لگ گیا اور وہ تماشہ دیکھتے رہے۔ جس سے ان کی نماز میں خلل پڑ گیا۔ انہوں نے وہ باغ ہی خدا کی راہ میں صدقہ کر دیا نہ باغ ہوگا اور نہ نماز میں خلل پڑے گا۔ اگر بھوک کی وجہ سے صحابہ کے پیٹ پر ایک پتھر بندھا ہُوا ہوتا تھا۔ تو حضورؐ کے پیٹ مبارک پر دو پتھر بندھے ہوتے تھے۔ اب بھی اللہ تعالےٰ نے نمونے کے طور پر ایسے بندے رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ان کی صحبت نصیب فرمائے۔ اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین! یا الہ العالمین ط

۲۲ر شعبان المکرم ۱۳۷۵ھ مطابق ۵ر اپریل ۱۹۵۶ء

آفتابِ رسالت سے روحانی فیض حاصل کرنے کی شرائط

اللہ تعالیٰ نے اس جہان میں روز ازل ہی سے دو نظام چلائے ہوئے ہیں۔

۱۔ روحانی نظام (۲) جسمانی نظام

جس طرح ریل گاڑی کی دونوں لائنیں کراچی سے لنڈی کوتل تک متوازی چلتی ہیں۔ اور ایک دوسرے سے ملتی نہیں۔ اسی طرح یہ دونوں نظام متوازی چلتے ہیں اور ملتے نہیں۔

روحانی نظام انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے قائم رہا ہے۔ اب بھی ہے۔ اور قیامت تک رہیگا جسمانی نظام کو چلانے کے لیے سعادت شرط نہیں ہے۔ دیانت۔ امانت۔ شرافت۔ حیاء سعادت شفقت علی الخلق۔ خوف خدا یہ سب انسانیت کی صفاتِ حمیدہ ہیں۔ اور انبیا علیہم السلام ان

میں کامل مکمل ہوتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی وساطت سے اللہ تعالیٰ ان کے حواریین پیدا فرماتے ہیں۔ ان کے بعد نظام روحانی کو چلاتے ہیں۔ ان کے بعد اللہ تعالےٰ جن کو توفیق عطا فرماتے ہیں۔ ان کے ذریعہ سے یہ نظام چلتا رہتا ہے۔ خوش نصیب ہیں اللہ تعالےٰ کے وہ بندے جو اس نظام روحانی کی کڑی بنتے ہیں۔

جسمانی نظام کو چلانے کے لیے دیانت امانت شرافت۔ سعادت۔ حیا۔ شفقت علی الخلق۔ خوفِ خدا وغیرہ صفات حتّٰی کہ ایمان بھی شرط نہیں ہے۔ یورپ کا اصل استاد تو اسلام ہے۔ ہسپانیہ میں تقریبًا پانچ سو سال تک مسلمانوں کی حکومت رہی ہے۔ ان کے ذریعہ یورپ نے تمام علوم و فنون کی تعلیم حاصل کی تھی۔ ہندوستان کو بھی کسی زمانہ میں عروج حاصل تھا۔ اور یورپ یہاں کی تیار کردہ اشیاء کا دل دادہ تھا۔ ڈھاکہ کی ململ اور چھینٹ ساری

دنیا میں مشہور تھیں - انگلستان کی عورتیں جرمانے ادا کرتی تھیں - مگر ان کو نہ چھوڑتی تھیں - انگریز نے ہمارے قویٰ کو مسل دیا تھا - ورنہ ہمارے دماغ یورپ کے دماغوں سے کم نہ تھے - یہاں کی آب و ہوا معتدل ہے - اور معتدل آب و ہوا سے دماغ حدِّ اعتدال پر رہتے ہیں - انگلستان کی آب و ہوا سرد ہے - اس لیئے دماغ حد اعتدال پر نہیں رہ سکتے - مثلاً یونانی طب کو لیجئے - انگریز کے وقت میں دفتر سے فارغ ہو کر کلرک طب کی تعلیم حاصل کرتے تھے - یہ حکیم حاذق اور عمدۃ الحکما اور زبدۃ الحکماء کی ڈگریاں حاصل کرتے تھے - نہ نہ کسی ماہر طبیب کے ہاں تربیت پائی اور نہ عملی تجربہ حاصل کیا - ایسے اطباء سے یونانی طب کو کیا فروغ ہو سکتا تھا ؟ اس کے مقابلہ میں ڈاکٹروں کو ہر طرح کی سہولت دی جاتی تھی - اور انہیں عملی طور پر مشق کرنے لیے میو ہسپتال میں بھیجا جاتا تھا - یونانی طب رحمت ہے - اس میں جڑی بوٹیوں

سے علاج کیا جاتا ہے - لیکن انگریز نے اس کو مسل کر رکھ دیا ہے - ڈاکٹری نسخہ بیس پچیس روپیہ سے کم نہیں ہوتا - دیسی دوائی ٹکوں کی ہوتی ہے - کراچی کے ایک سیٹھ کا لڑکا بیمار ہوگیا - ڈاکٹری علاج پر ہزاروں روپے خرچ ہوگئے - مگر کچھ فائدہ نہ ہؤا - دیسی حکیم کو دکھلایا تو اس نے کہا - کہ میں نے تمہارا مرض پالیا ہے اور جو نسخہ تجویز کیا اس پر کچھ بھی خرچ نہ ہؤا - اور مریض شفایاب ہوگیا - رات کو شیشم کے درخت کے پتوں کو بھگو کر صبح پینے کے لیے بتلایا - آج کل برطانیہ - فرانس - جرمنی - روس اور امریکہ کی ایجادات آرہی ہیں چوں کہ ان کا عروج ہے - اس لئے ان کی ایجادات کی قدر ہے - تقسیم سے پہلے ایک مسلمان نے ایجاد کی تھی کہ گاڑیاں آمنے سامنے سے آئیں - اور ایک دوسرے سے ٹکرانے نہ پائیں - مگر انگریز نے اس ایجاد کو چلنے نہ دیا -

جس طرح روحانی ضرورت کے لیے القا اللہ تعالیٰ
کی طرف سے ہوتا ہے ۔ اسی طرح جسمانی ضروریات
کے لیے بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے القا
ہوتا ہے ۔ مگر اس میں سعادت شرط نہیں ہے
کسی زمانہ میں لوگ پیدل سفر کرتے تھے ۔ پھر
بہلیاں اس کے بعد یکے آئے ۔ پھر ریل اور
موٹریں آئیں ۔ اور اب ہوائی جہاز ہیں ۔ پہلے
جدہ سے مدینہ منورہ گیارہ بارہ دن میں پیدل
یا اونٹوں پر پہنچتے تھے ۔ اب ایک گھنٹہ ۲۰ منٹ
میں ہوائی جہاز پہنچا دیتا ہے ۔ پہلے لسی مکھن
باسی روٹی سے ناشتہ ہوتا تھا ۔ اب چائے
ٹوس ۔ مکھن اور کیک پیسٹری سے ناشتا کرتے
ہیں ۔ یہ ترقی ہوگئی ؟ ٹھیک ہے ترقی ہوگئی
لیکن یہ سب کچھ اس گوشت پوست اور
ہڈیوں کے ڈھانچے کے لیے ہی ہوا ۔ کیا انسانیت
میں کوئی ترقی ہوئی ؟ انسانیت ، خوفِ خدا ۔
محبتِ الٰہی ۔ شفقت علی الخلق ۔ دیانت ۔ امانت ۔

سعادت۔ شرافت۔ حیا وغیرہ صفات حمیدہ کا نام ہے۔ انبیاء علیہم السلام اس انسانیت کی تربیت کرتے ہیں۔ وہ یہ تعلیم دیتے ہیں۔

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ	(برائی کا) دفعیہ اس بات سے کیجئے
اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ	جو اچھی ہے۔ پھر ناگہاں وہ
بَیْنَکَ وَ بَیْنَهٗ	شخص جو تیرے اور اس کے
عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ	درمیان دشمنی تھی۔ ایسا ہوگا۔ کہ
حَمِیْمٌ (سورۃ حم السجدۃ ع ۵ پ ۲۴)	گویا وہ مخلص دوست ہے۔

فارسی میں اس کا کسی نے یوں ترجمہ کیا ہے

بدی را بدی سہل باشد جزاء

اگر مردی احسن الیٰ من اساء

سب کی حماقت ہے۔ مرد کو متحمل مزاج ہونا چاہیئے زبان اور دل جب پاک ہو جاتے ہیں۔ تو پھر گالی کے جواب میں گالی نہیں دیتا۔ بلکہ گالی دینے والے سے کہتا ہے۔ کہ میری شرافت گوارا نہیں کرتی کہ میں وہ الفاظ دہراؤں۔ جو تم نے زبان سے ادا کیئے ہیں۔ اگرچہ گنبد کی آواز تو

یہی چاہتی ہے۔ کہ جیسی تم نے کہی ویسی سنو۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ (سورۃ النور ع ۴ پ ۱۸)	ایمان والوں سے کہہ دیجئے۔ کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں۔ اور اپنی شرم گاہوں کو بھی محفوظ رکھیں۔

یہ مردوں کے لیئے حکم ہے۔ آگے عورتوں کے لیے بھی اسی قسم کا حکم ہے۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ ۳۱	اور ایمان والیوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں۔

مذہب تو یہ کہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ یہ سکھاتے ہیں۔ مگر ہمارے مغرب زدہ مرد اور عورتیں پردے کو ترقی کے راستے میں ایک رکاوٹ تبلاتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ عقلمند ہیں۔ اس تمدنِ جدید میں عصمت کی کوئی قیمت نہیں ہے۔

میں عرض کر رہا تھا۔ کہ دو لائنیں آرہی ہیں۔

۱۔ روحانیت کی۔ اس کے علمبردار انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں۔ ان کے ذریعہ روحانیت کی تکمیل ہوتی ہے۔ وہ دیانت۔ امانت۔ شرافت، خوفِ خدا کی تعلیم دیتے ہیں۔

۲۔ جسمانیت کی۔

یہ دونوں لائنیں قیامت تک جائیں گی۔

اب میں اصل موضوع کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ سورۃ یٰسین رکوع ۱ پارہ ۲۲ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ	بے شک آپ اسی کو ڈرا سکتے ہیں
اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ	جو نصیحت کی پیروی کرے اور
الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ	بن دیکھے رحمٰن سے ڈرے پس
فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ	خوشخبری دے دو اس کو بخشش
وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۱﴾	اور اجر کی جو عزت والا ہے۔

اس آیت میں دو شرطیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ اتباعِ ذِکر ۲۔ خشیت الرحمٰن

آفتابِ رسالت سے روحانی فیض حاصل کرنے کی

یہی دو شرطیں ہیں۔ اگر اپنے اندر بینائی ہو۔ تو آفتابِ رسالت فرش سے اٹھا کر عرش پر پہنچا دے گا۔ جو طالب علم پڑھنے کے لیئے آتے ہیں۔ وہ محنت کرکے کامیاب ہو جاتے ہیں۔ جو پڑھنے کے لیے نہیں آتے وہ محنت نہیں کرتے اور بالآخر ناکام واپس گھر چلے جاتے ہیں۔

سورۃ یٰسین رکوع ۵ پ ۲۳ میں بھی یہی ارشاد فرماتے ہیں۔

لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِيْنَ ۝ تاکہ جو زندہ ہے اسے ڈرائے اور کافروں پر الزام ثابت ہو جائے۔

جس طرح آفتاب سے استفادہ کے لیئے اپنی آنکھوں میں بینائی ضروری ہے۔ اسی طرح آفتابِ رسالت سے فیض حاصل کرنے کے لیئے ضروری ہے کہ اپنے اندر استعداد ہو جو روحانیت کے لحاظ سے زندہ ہیں۔ تو وہ فیض یاب ہوں گے۔ اور کافروں پر اتمام حجت ہو جائے گا

آنحضرت صلی اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مثال اس شخص کی جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے۔ اور جو نہیں یاد کرتا زندہ اور مردہ کی مثال ہے۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ۔

ابی موسیٰؓ سے روایت ہے۔ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال اس شخص کی جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے۔ اور جو نہیں کرتا۔ زندہ اور مردہ کی مثال ہے۔

اس ارشاد نبویؐ کی روشنی میں کہا کرتا ہوں کہ اندھے سارے اور بینا کوئی۔ آپ کہتے ہیں۔ کہ عقلمند سارے اور پاگل کوئی میں کہتا ہوں کہ پاگل سارے اور عقلمند کوئی۔ آپ کہتے ہیں کہ زند سارے اور مردہ کوئی۔ میں کہتا ہوں کہ مردہ سارے اور زندہ کوئی۔ اگر انسان مسخ نہ ہوگیا ہو اور روحانی طور پر وہ زندہ ہو۔ تو ہادی

کی دعوت پر ان الفاظ میں لبیک کہتا ہے۔

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ (۱۹۳) (سورۃ آل عمران ع ۲۰ پ ۴)	اے رب ہمارے ہم نے ایک پکارنے والے سے سنا جو ایمان لانے کو پکارتا تھا۔ کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ سو ہم ایمان لے آئے۔ اے رب ہمارے اب ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری برائیاں دور کر دے اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دے۔

انسان جب مسخ ہو جاتا ہے۔ تو اس کے لیئے سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی بھی بے فائدہ ہوتی ہے۔ مسخ شدہ لوگوں کا ذکر اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ	بے شک جو لوگ انکار کر چکے ہیں برابر ہے انہیں ڈرائیے یا نہ ڈرائیے وہ ایمان نہیں لائیں گے

لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ خَتَمَ اللّٰهُ اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں
عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى پر مہر لگا دی اور ان کی
سَمْعِهِمْ ۭ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ آنکھوں پر پردہ ہے۔ اور
غِشَاوَةٌ ۡ وَّلَهُمْ عَذَابٌ ان کے لیے بڑا عذاب ہے
عَظِيْمٌ (سورۃ البقرہ ع پ ۱)

سورۃ البقرہ رکوع ۹ پ۱ میں بھی ان کا ذکر فرماتے ہیں۔

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً ہاں جس نے کوئی گناہ کیا اور
وَّاَحَاطَتْ بِهٖ اسے اس کے گناہ نے گھیر لیا۔
خَطِيْۗـــــَٔتُهٗ فَاُولٰۗىِٕكَ سو وہی دوزخی ہیں۔ وہ اس
اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ میں ہمیشہ رہیں گے۔
فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۸۱ (الآیت)

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب رسالت سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔ اس کے لیے اپنے اندر ایمان کی ضرورت ہے۔ ایمان کی منڈیاں ہیں مساجد۔ دکان دار ہے۔ عالم ربانی دکان

ہے اس کا سینہ - پونجی ایمان ہے - مال ہے قال اللہ و قال الرسول - اگر مسلمان ایمان کی پونجی لے جاکر کسی عالم ربانی سے قرآن مجید اور احادیث سنے گا تو انشاء اللہ ہدایت ہو جائے گی -

---

۷ر شوال ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۷ر مئی ۱۹۵۶ء

ایمان کامل

میں ہمیشہ آپ سے عرض کیا کرتا ہوں - کہ یہ مجلس خواص کے لیئے ہے - جن کا آپس میں اللہ اللہ کرنے میں اشتراک عمل ہے - اس کا مقصد یہ ہے - کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اور آپ سب سے راضی ہو جائے - اور ہمیں دوزخ سے بچا کر جنت میں پہنچائے - قیامت کے دن خونی رشتے کام نہ آئیں گے اللہ تعالےٰ

قرآن مجید میں فرماتے ہیں۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿٣٤﴾ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ﴿٣٦﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴿٣٧﴾ (سورۃ عبس پ ۳۰)	اس دن آدمی اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا ان میں ہر شخص کو ایسا مشغلہ ہو گا جو اس کو اور طرف متوجہ ہونے نہ دے گا۔

دوسری جگہ فرمایا۔

اَلْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ ﴿٦٧﴾ (سورۃ الزخرف ع پ ۲۵)	تمام دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔ بجز پرہیزگاروں کے۔

اس دن رشتہ داری کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ رضائے الٰہی کی بنا پر جو تعلق ہو گا۔ وہ کام آئے گا۔ دنیا میں سب طمع کے یار ہیں۔ بے طمع کا یار فقط اللہ تعالیٰ ہے۔ ہم نے اس کو کچھ نہیں دیا۔ اور وہ ہم کو بے انتہا نعمتیں

دیتا ہے ۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بے طمع کے یار ہیں ۔ کہ جب تک ایک بھی کلمہ گو جہنم میں ہوگا ۔ اپنے مقام محمود پر چین سے تشریف نہ رکھیں گے ۔ ان دونوں کے بعد اللہ والوں کو بے طمع کا یار دیکھا ۔ اپنے دونوں مربیوں اور دوسرے اولیاء کرام کے ہاں یہی دیکھا وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے طمع نہیں رکھتے ۔ ایک معزز شریف گھرانے کی عورت جو در اصل سندھ کی رہنے والی تھی اور وہ کسی ضرورت کی بنا پر اجمیر شریف گئی ہوئی تھی وہاں سے اس نے ایک شخص کو حضرت امروٹیؒ کی خدمت میں بھیج کر درخواست کی کہ میں حاضر خدمت نہیں ہوسکتی ۔ آپ مجھے اللہ کا نام سکھانے کے لئے تشریف لائیے ۔ حضرت وہاں تشریف لے گئے ۔ میں نے حضرت امروٹیؒ کی خدمت میں کبھی ایک پیسہ نذرانہ پیش نہیں کیا اس لئے کہ کچھ ہوتا ہی نہ تھا ۔ جب اللہ

تعالیٰ کہیں سے ۲۵ روپے بھیج دیتے۔ تو ان کی
خدمت میں پہنچ جاتا تھا۔ وہ پھولے نہ سماتے
اور فرماتے میرا بیٹا آگیا۔ ہماری اماں کو کہلا
بھیجتے کہ احمد علی آیا ہے۔ گیہوں کی روٹی پکا
کر بھیجو۔ مکھن بھیجو۔ شہد بھیجو۔ وہ سیّد اور
میں امتی۔ یہ محبت کیوں تھی۔ اس لئے کہ میں
لاہور سے اللہ کا نام سیکھنے جاتا تھا۔ ایک دفعہ
مکہ معظمہ سے کسی نے ایک چوغہ تحفہ بھیجا تھا۔
میں نے اسے کھول کر بھی نہ دیکھا وہ لے جا
کر حضرتؒ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اب ان
کی محبت یاد آتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ
عنہ کے عہد خلافت میں جب ایران فتح ہوا۔
تو وہاں سے کچھ شہزادیاں مال غنیمت میں آئیں آپ
نے وہ شہزادیاں حضرت امام حسن اور امام حسین
رضی اللہ عنہما کے حضور میں بھجوا دیں۔ اور
فرمایا کہ یہ شہزادیاں شہزادوں کے ہی لائق ہیں
خیر۔ یہ تو تمہید ہی تھی۔ میری آج کی تقریر کا

عنوان ہے ایمان کامل۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کامل کی پہچان کرائی ہے۔ آپ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ (رواہ ابوداؤد والترمذی)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، جس نے اللہ کے لیے محبت کی اور اللہ کے لیے بغض رکھا اور اللہ کے لیئے دیا۔ اور اللہ کے لیئے دینے سے ہاتھ روکا۔ پس تحقیق اس نے اپنا ایمان کامل کرلیا۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو جب تک زندہ رکھے قرآن مجید پر عمل کرنے اور حضورؐ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور دنیا سے ایمان کامل سے اُٹھائے۔ امین یا الہ العالمین

ایمانِ کامل والوں کو کسی سے کوئی طمع نہیں ہوتی کسی سے دوستی ہے تو اللہ کے لئے۔ ذاتی غرض

کوئی نہیں ہوتی ۔ مثلاً کوئی رشتہ دار بے نماز ہے ۔ تو وہ اس سے اس لیئے نہیں ملتے ۔ کہ وہ اللہ کا نافرمان ہے ۔ اگر وہ آج اللہ کا فرمانبردار بن جائے ۔ برائیاں چھوڑ دے اور نماز پڑھنے لگے تو وہ اس سے ملنے کے لیئے تیار ہیں ۔ وہ کسی کو کچھ دیتے ہیں ۔ تو اللہ کے لیئے ۔ دنیا کی واہ واہ اور نام و نمود پیش نظر نہیں ہوتی ۔ نام و نمود ریاء ہے ۔ اور ریاء کو حضورؐ نے شرک اصغر (چھوٹا شرک) فرمایا ہے ۔ شیطان ایسا لعین ہے ۔ کہ وہ عمل صالح کو برباد کرنے کے لیئے اس میں ریاء کا زہر ملا دیتا ہے ۔ اخلاص ہو تو عبادت قبول ہو جاتی ہے ۔

اخلاص یہ ہے ۔ کہ اے اللہ تیرے لیے ہے اور غیر اللہ کے لیے نہیں ہے ۔ غیر اللہ کی نفی بھی ضروری ہے ۔

دوسری علامت کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اس ارشاد میں ہے ۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عُمَرَ رضؓ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِہٖ (رواہ فی شرح السنہ)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ اس کی خواہش اس چیز کے تابع نہ ہو جائے۔ جو میں لایا ہوں۔

یہاں بھی ایمان کامل ہی کا ذکر ہے۔ نہ کسی رسم و رواج اور برادری کی پروا ہو جو اللہ اور حضورؐ کی طرف سے آئے وہی محبوب، مقصود اور مطلوب ہو۔

یہ قاعدہ کلیہ ہے۔ کہ اس میں کوئی استثنا نہیں کہ انسان جس فن میں کمال کرنا چاہے۔ اس فن کے کامل کی صحبت اختیار کرنی پڑے گی۔ ادھر بھی یہی قاعدہ ہے۔

بے میوہ زمیوہ رنگ گیرد • گفتن و کردن فرقے دارد

جب تک صحبت نہ ہو رنگ، نہیں چڑھتا اور
قال حال نہیں بنتا۔ کسی نے کہا ہے۔

آنچہ از دل می خیزد بر دل می ریزد۔

صحبت سے عقیدت۔ ادب اور اطاعت کے
لحاظ سے فائدہ ہوتا ہے۔ کامل گھول کر نہیں
پلاتے۔ وہ دل ہی دل میں کچھ ڈال دیتے
ہیں۔

اول تو اولیاء اللہ کا ملنا مشکل ہے۔ اگر مل
جائیں تو ان سے ہر شخص فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

عقیدت، ادب اور اطاعت ہو تو فیض ہوتا
ہے۔ ورنہ

بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

یہ سبق ہے۔ علامتیں میں نے عرض کردی
ہیں۔

دیکھا کیجئے کہ ہم قرآن کا اتباع کرتے ہیں۔

یا برادری محبوب ہے۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو دنیا سے ایمان کامل کے ساتھ اٹھائے۔

۱۳ر شوال المکرم ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۴ مئی ۱۹۵۶ء

دنیا میں مومن کو کس طرح رہنا چاہیئے؛

میں آپ سے ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں۔ کہ یہ مجلس اُن احباب کے لئے ہے۔ جن کا اللہ اللہ کرنے کا تعلق مجھ سے ہے۔ ان احباب کی تعلیم و تربیت کے لیے کچھ نہ کچھ عرض کردیا کرتا ہوں۔ سرکاری مدارس میں نہ تعلیم ہوتی ہے۔ اور نہ تربیت۔ دینی مدارس میں تعلیم تو ہوتی ہے مگر تربیت نہیں ہوتی۔ تعلیم سے ایک چیز سمجھ میں آجاتی ہے۔ لیکن عملی رنگ نہیں چڑھتا۔ تربیت سے قال حال بن جاتا ہے۔ خطبہ جمعہ اور صبح

کے درس میں قرآن مجید کی تعلیم ہوتی ہے۔
اس مجلس میں جو کچھ میں عرض کرتا ہوں۔ وہ
اس جماعت کی باطن کی اصلاح کے لیے مفید
ہوتا ہے۔ بیعت لینے والے اور کرنے والے
دونوں کی کچھ ذمہ داری ہوتی ہے۔ بیعت لینے
والے کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ اگر
قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے پوچھ بیٹھے کہ
میں نے اتنے بندوں کو جو تیرے دامن سے وابستہ
کر دیا تھا۔ تو نے ان کی کیا رہنمائی کی تو وہ
اپنے بچاؤ کے لیے کوئی تسلی بخش جواب دے
سکے۔ اسی طرح بیعت کرنے والے کو بھی اگر
قیامت کے دن پوچھا جائے۔ کہ میں نے اپنے
فلاں بندے سے جو تجھ کو وابستہ کر دیا تھا اس
نے جو تیری راہنمائی کی تھی اس پر عمل کیا
تھا۔ تو وہ اپنی صفائی دے سکے۔ میری آج کی
تقریر کا عنوان ہے:

"دنیا میں مومن کو کس طرح رہنا چاہیئے"؟

یہ ایک مستقل نظریہ ہے۔ کہ مومن کو دنیا میں کس طرح رہنا چاہیئے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ	لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت
الشَّهَوٰتِ مِنَ	نے فریفتہ کیا ہوا ہے۔ جیسے
النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَ	عورتیں اور بیٹے اور سونے چاندی
الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ	کے جمع کئے ہوئے خزانے اور
مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ	نشان کئے ہوئے گھوڑے اور
وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ	مویشی اور کھیتی - یہ دنیا کی زندگی
الْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ	کا فائدہ ہے - اور اللہ ہی کے
ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ	پاس اچھا ٹھکانہ ہے۔ کہہ دے
الدُّنْيَا ج وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ	کیا میں تمہیں اس سے بہتر
حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿١٤﴾ قُلْ	بتاؤں - پرہیزگاروں کے لیے
اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ	اپنے رب کے ہاں باغ ہیں
ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ	جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں
اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ	ان میں ہمیشہ رہیں گے - اور
جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ	پاک عورتیں ہیں - اور اللہ

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾ (سورۃ آل عمران ع پ۳)

کی رضا مندی ہے ۔ اور اللہ اپنے بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

فرماتے ہیں انسان کو خواہشات بڑی پیاری ہوتی ہیں ۔ سب سے پہلے بیوی کا نام لیتے ہیں ۔ پھر بیٹے بڑے پیارے ۔ بیوی بچے کو پہلے ہی تیار رکھتی ہے ۔ دفتر سے بابو صاحب آئے اور بچے کو سیر کرانے کے لئے باغ میں لے گئے ۔ عصر کی نماز بھی گئی اور مغرب کی بھی گئی ۔ بعض روایات میں عورتوں کو حبائل الشیاطین کہا گیا ہے ۔ جس طرح بھینسے کے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے تو وہ کہیں جا نہیں سکتا ۔ اسی طرح بیوی کا رسہ گلے میں ڈالا جائے تو وہ مجبوب ہو جاتی ہے ۔ اور ماں روتی رہتی ہے ۔ بعض مائیں میرے پاس روتی ہوئی آتی ہیں ۔ ابھی چند دن ہوئے ایک عورت میرے پاس آئی اور کہنے لگی

کہ میرا خاوند عیاش ہے۔ میرے پانچ لڑکے ہیں
سب سے بڑا لڑکا ہزار روپیہ تنخواہ پاتا تھا۔
اب چھ سات مہینے ہوئے وہ بدبخت مرگیا
ہے۔باقی چار بھی معقول تنخواہیں لیتے ہیں۔ لیکن
میں ان کی کمائی سے ایک پیسہ کی بھی روادار
نہیں۔میں نے ان پانچوں کو محنت مزدوری
کرکے پڑھایا۔ جب بڑے لڑکے سے کچھ مانگتی
تھی۔ تو وہ جواب دیتا کہ میں کچھ نہیں دوں گا
میری بیوی دیتی ہے۔ تو لے لو۔ اگر کبھی اپنی
محنت مزدوری کا ذکر کرتی ہوں تو سب یہی جواب
دیتے ہیں کہ مائیں ایسا کرتی ہی ہیں۔ تم نے
کوئی نئی بات نہیں کی۔ میں نے کہا۔ صبر کرو
پہلے بیٹوں کے لئے محنت مزدوری کرتی تھی۔
اب اپنے لئے کرلو۔

اگر مرد مرجائے تو عورت اولاد کو کسی نہ کسی
طرح خوش رکھتی ہے۔ لیکن اگر عورت مرجائے تو
مرد اولاد کو خوش نہیں رکھ سکتا۔

بیوی بچے بڑے پیارے ہوتے ہیں - ان کی ضروریات پوری کرنے کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے - اس لئے آگے فرمایا - کہ سونے چاندی کے ڈھیر بھی بڑے پیارے ہوتے ہیں - آج کل تو موٹریں ہیں لیکن پہلے زمانہ میں سواری کے لیئے گھوڑے ہوتے تھے - اس لئے گھوڑوں کا بھی ذکر فرما دیا - دودھ پینے کے لئے گائے بھینس چاہیئے - ان کے لئے کھیتی باڑی چاہیئے - کھیتی کے لئے بیل چاہئیں - یہ سب انسان کی مرغوب طبع چیزیں ہیں - ان سب کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں -

ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ⑭

یہ سب دنیا کا سازو سامان ہے - اللہ کے ہاں بہتر بازگشت ہے -

بیوی اولاد اور برادری سب طرح کے یار ہیں بیوی کو کما کر دیتے جایئے تو خوش - اگر نہ دیں

تو مُنہ سُجائے گی ۔ بچّے کو پیسے نہ دیں تو پھر دیکھئے کیا کرتا ہے ۔ روئے گا ۔ دولتیاں چلائے گا
اُوْصِیْ نَفْسِیْ اَوَّلًا وَّ اِیَّاکُمْ بَعْدَہٗ پہلے اپنے نفس سے اور پھر آپ سے کہتا ہوں ۔ کہ ہمیں سمجھایا جا رہا ہے ۔ کہ ان سب چیزوں کو مقصود بالذات نہ بنانا ۔ مقصود بالذات فقط اللہ کی ذات پاک ہو ۔ ٹھیک ہے بیوی چاہیے تاکہ خود روٹی پکانی نہ پڑے اور نماز میں ہرج واقع نہ ہو ۔ اولاد کی اس لئے خواہش ہونی چاہیئے کہ ہمارے مرنے کے بعد دعائے مغفرت کرتے رہیں ۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ملاحظہ ہو ۔

عَنْ اِبْنِ عُمَرؓ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِبَعْضِ جَسَدِیْ فَقَالَ کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے ۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے جسم کے کسی حصہ کو پکڑا ۔ پھر فرمایا ۔ دنیا میں اس طرح رہ گویا کہ تو

غَرِيبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ	مسافر ہے۔ اور اپنے آپ کو
وَعُدَّ نَفْسَكَ فِىْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ	قبر والوں میں شمار کر

اسبابِ دنیا بے شک بہم پہنچایئے۔ لیکن یہی سمجھا جائے کہ ہم مسافر ہیں۔ اسباب دنیا مقصود بالذات نہیں۔ یہ سب کچھ یہیں چھوڑ کر جانا پڑے گا۔

یہ تو حضورؐ کا ارشاد ہے۔ اب اس کا نمونہ خود بن کر دکھاتے ہیں۔

عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ رضؓ اَنَّ	ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ عَلٰى	بوریے پر سوئے۔ سو کر اُٹھے
حَصِيْرٍ وَقَدْ اَثَّرَ فِىْ	تو آپ کے جسم مبارک پر
جَسَدِهٖ فَقَالَ اِبْنُ	بوریے کے نشان تھے ابن مسعود
مَسْعُوْدٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ	نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر
لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نَّبْسُطَ	آپؐ ہم کو حکم دے دیتے تو
لَكَ وَنَعْمَلَ فَقَالَ مَالِىْ	ہم آپ کے لیئے بستر بنا دیتے

وَلِلدُّنیَا وَمَا اَنَا وَالدُّنْیَا اِلَّا کَرَاکِبٍ اِسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَۃٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَکَھَا (کتاب الرقاق مشکوٰۃ۔ رواہ احمد والترمذیؒ ابن ماجہ)

اور آپ کے لیئے آرام کے اسباب مہیا کر دیتے۔ آپ نے فرمایا مجھ کو دنیا سے کیا مطلب میری اور دنیا کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی سوار کسی درخت کے نیچے ٹھہر کر سایہ سے فائدہ اٹھائے۔ اور پھر چل دے اور درخت کو اپنی جگہ چھوڑ جائے۔

سب کچھ ہو لیکن دل میں خدا کے سوا کچھ نہ ہو۔

دلا تو رسمِ تعلق ز مرغِ آبی جُو
گرچہ غرق بدریاست خشک پر برخاست

میں نے پہلے قرآن مجید اور پھر احادیث عرض کیں۔ قرآن مجید اصل ہے۔ حدیث شریف میں اس کی تفصیل ہوتی ہے۔ مقصود بالذات فقط اللہ کی ذات ہو۔ جو چیز بھی اللہ کے نام سے ٹکرائے اس کو اُڑا دیا جائے۔ مقصود

اور غیر مقصود میں یہی فرق ہوتا ہے۔ کہ تصادم کے وقت مقصود کو بحال رکھا جاتا ہے۔ اور غیر مقصود کو ہٹا دیا جاتا ہے۔ مثلاً گھر میں بیوی اور نوکرانی کی اگر ٹکر ہو تو نوکرانی کو نکال دیا جاتا ہے۔ بیوی کو کوئی نہیں نکالتا۔

اب دیکھیے ساری دنیا کس طرح اللہ کے مقابلہ میں اڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ ﴿۲۲﴾ (سورۃ المجادلۃ ع ۳ پ ۲۸)	آپ ایسی کوئی قوم نہ پائیں گے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اور ان لوگوں سے بھی دوستی رکھتی ہو۔ جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرتے ہوں۔ گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی کنبے کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں۔ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان

لکھ دیا ہے۔

جن کو اللہ کی رضا مقصود ہوتی ہے۔ وہ باپ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ مگر اللہ کو نہیں چھوڑتے۔ اسی طرح بیٹوں۔ بھائیوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ مگر اللہ کو ناراض نہیں کرتے۔ جو باپ۔ بیٹوں اور بھائیوں کو چھوڑ سکتا ہے۔ اس کے لیئے بیوی کو چھوڑنا مشکل نہیں۔ وہ تو ہے ہی خیر چار بیویاں اور سولہ بیٹے ہوں۔ اور وہ اللہ سے نہیں ٹکراتے تو ان سے ہماری بنھ جائے گی فھوالمُراد۔ لیکن اگر ایک ہی بیوی ہو۔ اور وہ اللہ سے ٹکرائے تو اس کو بھی اڑا دیا جائیگا بیوی۔ اولاد اور برادری کئی کام خلافِ شرع کرا لیتی ہے۔

اس آئینہ میں مسلمان کا منہ دیکھیئے! اکثریّت اسباب دنیا کو مقصود بنائے بیٹھی ہے۔ قرآن کی تعلیم اور اللہ والوں کی صحبت ہو۔ تو پھر اللہ تعالےٰ کے مقابلہ میں کسی کی پروا نہیں رہتی

قرآن کی تعلیم سے جرأت ایمانی پیدا ہوتی ہے
دل ہے زمین - کلمہ طیبہ ہے بیج چشمۂ آبِ
زندگی ہے قرآن - ہادی ہے پانی دینے
والا- یہ نسخہ ہے - اس سے یقیناً شفا ہو
جائے گی-

حاصل

یہ نکلا کہ مومن کو دنیا میں اس طرح رہنا چاہیئے
کہ اللہ کی رضاء مقصود ہو- اس کے حاصل کرنے کے
ذرائع کتاب و سنت ہیں - اللہ تعالیٰ ان ذرائع
سے مجھے اور آپ کو فائدہ اٹھانے کی توفیق
دے - قرآن کی تعلیم اور صحبت سے ایمان میں
قوت پیدا ہوجاتی ہے:-

صحبت کے متعلق اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے -

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ
وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ -

یہ وہ ہیں جو رات دن یادِ الٰہی میں شاغل رہتے ہیں-
ان کی زندگی بھی محمود اور موت بھی محمود-

اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقصود بالذات نہ بنایا تو پھر دنیا میں بے چینی اور آخرت میں عذاب ہوگا۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِىْٓ اَعْمٰى - (الآیۃ) (سورۃ طٰہٰ ع پ ۱۶)

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ

---

۲۰ شوال المکرم ۱۳۷۵ھ مطابق ۳۱ مئی ۱۹۵۶ء

فرائض عبدیت

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾	آپ اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہیئے، یہاں تک کہ آپ کو پیغام موت آجائے
(سورۃ الحجر ع پ ۱۴)	

انسان پر تو بندۂ خدا ہونے کی وجہ سے جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ وہ سب عبدیت کے دائرہ میں آتی ہیں۔ ذمہ داریوں سے میری مراد

فرائض ہیں۔

عبدیت کی ذمہ داریاں دو قسم کی ہیں۔

۱۔ وہ جن کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ مثلاً کلمہ طیبہ، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ۔

۲۔ وہ جن کا تعلق مخلوق خدا سے ہے۔ مومن ان ذمہ داریوں کو بھی خدا کا حکم سمجھ کر بنھاتا ہے اس پر کوئی ایسی ذمہ داری نہیں جو خدا کی طرف سے عائد نہ کی گئی ہو۔ وہ سب ذمہ داریاں اللہ کے لئے بنھاتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا اور ماں باپ سے حُسن سلوک کرنا

(سورۃ البقرہ ع پ ۱) (الآیۃ)

والدین اگر کافر بھی ہوں تو ان سے حسنِ سلوک کا حکم ہے۔

سورۃ لقمٰن رکوع ۲ پارہ ۲۱ میں فرماتے ہیں۔

وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات

أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ

لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ لا ایسی چیز کو شریک ٹھہرائے - جس
وَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا کی تیرے پاس کوئی دلیل نہ ہو۔
فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ﴿١٥﴾ تو تم ان دونوں کا کہنا نہ مانو اور
دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح رہو۔

تم کافر والدین کی بھی خدمت اس لئے کرو - کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔

رشتہ داروں سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى اور قرابت والوں کو ان کے حق
حَقَّهٗ - (سورۃ بنی اسرائیل ع۳ پ۱۵) دے دو۔

رشتہ داروں سے ہم اس لئے حُسن سلوک کریں گے کہ اللہ کا حکم ہے۔ برادری کی اس لئے خدمت کریں گے۔ کہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کا حکم ہے یہ تو قرآن ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ کے ارشادات قرآن مجید کی تفسیر ہوتے ہیں - وہ بھی سنیئے۔

عَنْ اِبْنِ عُمَرَؓ قَالَ ابن عمرؓ سے روایت ہے۔ کہا
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِي وَلٰكِنَّ الْوَاصِلُ الَّذِي إِذَا قُطِعَتْ رِحْمُهٗ وَصَلَهَا۔	نے۔صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں ہے جو بدلہ دینے والا ہے۔بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے۔جو توڑنے والے سے جوڑے

اس ارشاد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماتحت ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے ہاں شادی پر ان کو بلائیں۔ جو ہم کو نہیں بلاتے۔لیکن اس موقعہ پر قرآن مجید کا یہ حکم بھی پیش نظر رہے۔

لِيُنْفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا اٰتٰهُ اللّٰهُ ؕ (سورۃ الطلاق ع ۲۸)	چاہیئے کہ وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے۔اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا ہو پس چاہیئے کہ وہ جتنا اس کو اللہ نے دیا ہے۔اس میں سے خرچ کرے

اگر دال روٹی کھلا سکتا ہے۔تو ضروری نہیں کہ گوشت روٹی کھلائے۔ماں۔باپ۔بیوی۔اولاد اور رشتہ داروں کے ساتھ معاملہ اللہ کی رضا کے

ماتحت کرنا بھی عبدیت میں آئے گا۔ یہ خیال
نہیں ہونا چاہیئے کہ خدمت کا کچھ معاوضہ بھی ملتا
ہے۔ یا نہیں۔ ہمیں تو اپنی ذمہ داریوں کو نبھانا
ہے، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اپنی رضا کے
مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے امین
یا اله العالمین ۔ یہ اللہ والوں کی زندگی ہے
اس کے مقابلہ میں دنیادارانہ زندگی یہ ہے کہ جو
ان سے بولتا ہے۔ اس سے بولتے ہیں۔ جو نہیں
بولتے وہ ان سے نہیں بولتے۔

انسان کے بے شمار دشمن ہیں۔ جو اس کو اللہ
کے دروازہ سے دور ہٹانے کے لئے ہر وقت
کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ان میں سے دو دشمن تو
ہر وقت اس کے ساتھ رہتے ہیں۔

۱۔ نفس

اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا
اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ. ﴿۲۳﴾ جس نے اپنی خواہش نفسانی کو

(سورۃ الجاثیہ ع پ ۲۵) اپنا خدا بنا رکھا ہے۔

یہ نفس ہے۔

۲۔ شیطان

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ (شیطان نے) کہا۔ پس تیری عزت کی
أَجْمَعِينَ ۝ إِلَّا عِبَادَكَ قسم ہے۔ کہ میں سب کو ضرور گمراہ
مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ۝ کردوں گا۔ مگر ان میں سے آپ کے
مخلص بندے

یہ شیطان ہے جو ہمیں گمراہ کرنے کا ٹھیکہ لے کر آیا ہے۔ جب تک ہم ان دونوں دشمنوں کو نہ پچھاڑیں گے دین کا رنگ نہیں چڑھ سکتا۔ ہم میں سے کئی ہیں۔ جنہوں نے نفس کو خدا کا درجہ دے رکھا ہے۔ اکثریت شیطان کے پنجے میں آئی ہوئی ہے۔ ان دشمنوں کو پچھاڑنے کے لئے کامل کی صحبت ضروری ہے۔ عقیدت۔ ادب اور اطاعت کے ذریعہ کامل تعلق ہو۔ تو رنگ چڑھتا ہے۔ طالب صادق عاشق اور شیخ کامل معشوق

ہوتا ہے۔ طالب شیخ کی ہر ادا پہ فریفتہ ہوتا ہے۔

حضرت امروٹی رحمتہ اللہ علیہ جو شجرہ میں بائیں طرف ہیں۔ان کا ایک زمیندار خادم تھا۔جس نے لنگر کے لئے کچھ زمین کی رجسٹری کرا کر قبضہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کو دے دیا۔اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء نے حضرت سے عرض کی کہ آپ ہمیں زمین واپس کردیں۔حضرت اندر تشریف لے گئے۔ اندر سے رجسٹری اور دیا سلائی لائے اور ان کے سامنے رجسٹری کو آگ لگا کر فرمایا۔کہ جاؤ لے جاؤ۔ یہی میرا قبضہ تھا۔زمیندار چپہ چپہ زمین پر لڑتے ہیں۔

مولوی امام الدین مرحوم ایک پرائمری سکول کے ٹیچر تھے۔ اور درس میں باقاعدہ آیا کرتے تھے انہوں نے اپنی حلال کی کمائی سے تین چھوٹے چھوٹے مکان بنائے تھے۔ ایک دن درس کے بعد وہ مجھ سے کہنے لگے کہ رات اللہ تعالٰی نے مجھے خواب

ہیں فرمایا ہے۔ کہ ایک مکان احمد علی کو دے دو۔ آپ چل کر دیکھ لیں۔ جو پسند آئے۔ لے لیں۔ میں نے کہا، بہت اچھا۔ اور وہ گھر چلے گئے۔ کچھ دن کے بعد پھر کہنے لگے۔ رات مجھے اللہ تعالےٰ نے ڈانٹا ہے۔ آپ چلیں۔ تینوں میں سے جو آپ کو پسند آئے لے لیجئے۔ میں نے کہا بہت اچھا، پھر وہ چپ رہے۔ میں بھی چپ رہا۔

تھوڑے دنوں بعد پھر کہنے لگے۔ کہ رات مجھے اللہ تعالیٰ نے پھر ڈانٹا ہے۔ کہ کیا تمہیں اپنی زندگی پر بھروسہ ہے جو احمد علی کو مکان نہیں دیتے۔ چلئے چل کر تینوں میں سے ایک مکان پسند کر کے لے لیجئے۔

میں نے ان کے ساتھ جا کر ایک مکان پسند کر لیا اور انہوں نے اس کی رجسٹری میرے نام کروا دی۔ میری عادت ہے۔ کہ میں گھڑی دیکھ کر نماز کے لیے آتا ہوں۔ وہاں سے آتے ہوئے

راستہ میں کبھی کوئی دوست مل جائے اور کبھی کوئی اس طرح میری کبھی ایک اور کبھی دو رکعت قضا ہو جاتیں۔

ایک دن میں نے نماز مغرب کے بعد مولوی امام الدین مرحوم کو بٹھا کر شیخ محمد یعقوب مرحوم اور ایک اور شخص کے سامنے کہا۔ کہ آپ نے مجھے مکان اس لیئے دیا تھا۔ کہ میں اطمینان کے ساتھ اس میں رہ کر دین کی خدمت کرسکوں۔ لیکن میرے دین میں خلل واقع ہو رہا ہے۔ آپ اگر اجازت دیں تو آپ کے مکان کو بیچ کر لاٹن سبحان خاں میں مکان خرید لوں، نہیں تو آپ اپنا مکان واپس لے لیجئے۔ حالانکہ اس مکان کی میرے نام رجسٹری ہو چکی تھی۔ جس خدا نے مجھے اب تک کرایہ دیا ہے، مجھے یقین ہے کہ وہ آئندہ بھی دے گا۔

مولوی امام الدین مرحوم نے کہا کہ میری طرف سے آپ کو اجازت ہے۔ کہ آپ یہ مکان بیچ

کہ دوسرا خرید لیں۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے اپنا موجودہ مکان بنوایا۔ جو اب ۲۲ سال کے بعد مکمل ہوا ہے۔ یہ حضرت امروٹی رحمتہ اللہ علیہ کا عکس ہے۔ جی ان کو جنہوں نے جی سکھایا۔

والدین سے بھی زیادہ شیخ پیارا ہوتا ہے۔

والدین تو عرش سے فرش پر لا ڈالتے ہیں پہلے ہم عالمِ ملکوت میں تھے۔ والدین ہمارے اس عالمِ ناسوت میں آنے کا سبب بنے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ حاملہ ہونے کے چار ماہ بعد ماں کے پیٹ میں جب بچہ کی ساخت مکمل ہو جاتی ہے۔ تو آسمان سے لاکر اس میں روح ڈال دی جاتی ہے۔ شیخ کامل فرش سے اٹھا کر عرش پر پہنچا دیتا ہے۔

عبدیت کی ذمہ داریوں کو نبھانا فرض عین ہے ان میں بعض کا اللہ تعالیٰ اور بعض کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق ہے۔ اس میں میں ایک شق بڑھا گیا ہوں۔ کہ جو ہم سے توڑے گا۔

ہم اس سے جوڑیں گے۔ ورنہ برادری تو ایسی ہوتی ہے۔ کہ ان کو اپنی رانوں کے گوشت کے کباب بھی بنا کر کھلائیں تو یہ راضی نہ ہوگی۔ کوئی کہے گا نمک کم ہے، کوئی کہے گا مرچ زیادہ ہے۔ اگر قیامت کے دن اللہ تعالےٰ ان سے پوچھ کر جنت میں بھیجنے لگے تو کوئی جنت میں نہ جائیگا انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کی برادریاں ہی سب سے پہلے ان کی دشمن ہوتی ہیں

نفسانیت مرجائے اور شیطان گم جائے۔ تو سینہ میں ہدایت کا نور آتا ہے۔ قوت ایمانی سے ان دونوں دشمنوں پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو مرتے دم تک فرائض عبدیت نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین

۲۷؍ شوال المکرم ۱۳۷۵ھ مطابق ۷؍ جون ۱۹۵۶ء

انسانِ کامل

انسان کے کمال تک پہنچنے کے لئے اس کی دو قسم کی اصلاح کی ضرورت ہے - پھر یہ انسان کامل کہلانے کا مستحق ہوتا ہے - انسان کامل کے مفہوم کو کئی طریقوں سے ادا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن میرے پیش نظر اس وقت ایک خاص مفہوم ہے

انسان کامل وہ ہے جس کے قال اور حال کی اصلاح درجۂ تکمیل تک پہنچ چکی ہو۔ اصلاح حال نمبر اول ہے - اس پر جو اصلاح قال مرتب ہوگی - وہ پائیدار - پکی - قابل اعتماد اور اصلی ہوگی - یہ نتیجہ خیز ہوگی - اور اللہ کی رضا کا ذریعہ بنے گی - اگر اصلاح حال نہ ہو اور اصلاحِ قال ہو جائے تو یہ اصلاح ناپائیدار - فانی - ناقابلِ اعتماد اور نقلی ہوگی - حال اور قال دونوں کی اصلاح ہو جائے تو پھر انسان کامل

ہوتا ہے۔ کچا رنگ دھوپ میں بھی اُڑ جاتا ہے۔ پکا رنگ بھٹی چڑھنے کے بعد بھی نہیں اڑتا بعض ولایتی چھینٹیں ایسی پکی ہوتی ہیں کہ بھٹی میں بھی ان کا رنگ نہیں اڑتا۔

اصلاحِ حال سے مراد دل کی اصلاح ہے۔ اور اس کی بنیاد اصلاح قلب پر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

اِنَّ فِی الْجَسَدِ لَمُضْغَۃً	بے شک (انسان کے) جسم میں
اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ	البتہ ایک گوشت کا ٹکڑا ہے
کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ	جب وہ درست ہو جاتا ہے
الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ	تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے
الْقَلْبُ۔	اور جب وہ خراب ہو جاتا

ہے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ خبردار اور وہ دل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بھی دل ہی کو معیار قرار دیا ہے فرماتے ہیں۔

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا	اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانیئے

قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا ﴿۲۸﴾ جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد
(سورۃ الکہف ع ۴ پ ۱۵) ۔ سے غافل کر رکھا ہے ۔

مقصود بالذات یاد الٰہی ہے

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ اور میں نے جنّ اور انسان کو
وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ اسی واسطے پیدا کیا ہے۔ کہ میری
(سورۃ الذاریت ع ۳ پ ۲۷) عبادت کیا کریں ۔

جس کا دل ذاکر ہے ۔ جو اللہ کے خوف سے خائف ہے ۔ جس کو فقط رضائے الٰہی مطلوب ہے وہی ہماری اصلاح کرسکتا ہے ۔ ہمیں اسی کی بات ماننے کا حکم ہے ۔ جس کے دل میں یادالٰہی کا شوق نہیں ۔ وہ ہماری کیا اصلاح کرے گا ۔

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

اگر کارخانہ کا مالک خود نیک ہے ۔ نماز کا پابند ہے ۔ اور اس کے دل میں خوف خدا ہے تو وہ پروگرام ایسا بنائے گا ۔ کہ مزدور آدھی چھٹی کے وقت ظہر کی نماز بھی پڑھ سکیں اور روٹی بھی کھا سکیں ۔ وہ پوری چھٹی بھی ایسے ٹھیک

وقت دے گا کہ عصر کی نماز بھی اطمینان سے پڑھ سکیں - جو خود غافل ہے بے نماز ہے اس کو کیا ضرورت ہے۔ کہ وہ دوسروں کی نماز کا دھیان رکھے - کسی شاعر نے کہا ہے ؎

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

اگر تم نے دل کو قابو میں کر لیا یعنی دل کو یہ بات سمجھ میں آگئی کہ

بندہ آمد از برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

رضائے الٰہی مقصود - مطلوب اور محبوب ہو گئی اگر دل نے یہ مقصد سمجھا ہے۔ تو خانہ کعبہ سے دور بھی ہے - تو اس کا دل خانہ کعبہ سے وابستہ ہے - قریش مکہ معظمہ میں پہلی صف میں کھڑے تھے - مگر قرآن سننا بھی پسند نہ کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان کے متعلق فرماتے ہیں -

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور کافر یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن

لَا تَسْمَعُوْا لِھٰذَا	کو مت سنو اور (اگر حضور سنانے
الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْهِ	لگیں تو) اس کے بیچ میں غل
لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾	مچایا کرو۔ شاید (اس تدبیر سے)
(سورۃ حم السجدہ ع پ۲۴)	تم ہی غالب رہو۔

ان کے لئے مکّہ معظمہ میں رہنا بالکل۔ بے فائدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ کافر ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب نہیں تو خانہ کعبہ بھی ہوکر آئے تو کیا فائدہ۔ اگر یہ باتیں دل میں گڑ جائیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہو جائے۔ تو پھر ایسا شخص صورت بھی ایسی بنائے گا۔ جو اللہ کو محبوب ہو۔

میں نے داڑھی منڈوں کو کبھی نہیں ڈانٹا۔ اگر میرے کہنے پر ایک شخص نے داڑھی رکھ لی۔ لیکن بعد میں منڈوا دی تو اس کا فائدہ؟ اگر خوف خدا سے داڑھی رکھی جائے۔ تو وہ تو فائدہ مند ہے۔ ایک بی اے ایل ایل بی نے اپنے والد کی زندگی میں داڑھی رکھی۔ کیونکہ ان

کے والد داڑھی منڈانے کو بُرا سمجھتے تھے۔ لیکن ان کے مرنے کے بعد داڑھی منڈوا دی۔ اس کا کیا فائدہ؟

دہلی میں ایک بی اے حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمتہ اللہ علیہ سے پڑھتے تھے۔ ان کے ہجرت کر جانے کے بعد وہ مجھ سے پڑھنے لگے۔ وہ لکھنؤ کے رہنے والے تھے۔ داڑھی منڈوایا کرتے تھے۔ میں نے ان کو کبھی نہیں روکا ایک دفعہ گھر گئے۔ واپس آئے۔ تو میں نے نہیں پہچانا۔ پہلے داڑھی منڈاتے تھے اب ان کی لمبی داڑھی تھی۔ یہ داڑھی محبوب ہے کیونکہ اندر سے دل کے کہنے پر رکھی گئی۔

اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب۔ محبوب اور مقصود ہو۔ یہ جذبہ دل پر حاوی ہو اور دل اس رنگ میں رنگا جائے۔ اس کے بعد اگر ہادی مل گیا تو وہ پایۂ تکمیل تک پہنچا دے گا۔ بعض بے سمجھ مسلمان یہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ اگر داڑھی نہ

رکھی تو کیا ہوا۔ خلافِ شرع کام اگر کر لیا۔ تو کیا ہؤا۔ اگر وضع قطع شرع کے خلاف ہے۔ تو انسان ناقص ہے۔

نمونہ وہی بن سکتا ہے۔ جس کی اصلاح قال اور حال دونوں ہو جائیں۔ جن کا ظاہر اور باطن دونوں اصلاح یافتہ ہوں۔ وہی معیار بن سکتے ہیں کسی شاعر نے کہا۔

سیرت کے ہم غلام ہیں صورت ہوئی تو کیا
سرخ و سپید مٹی کی مورت ہوئی تو کیا

ہر دَور میں اللہ تعالیٰ معیاری آدمی پیدا کرتے رہتے ہیں۔ جن کا ظاہر و باطن دونوں پاک ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ	بے شک تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اچھے نمونہ ہیں۔
(سورۃ احزاب ع۳ پ۲۱)	

اسوہ میں صورت اور سیرت دونوں آئی ہیں۔

دونوں لازم ملزوم ہیں ۔ اللہ تعالےٰ نے ظاہر اور باطن ، صورت اور سیرت کی تفریق نہیں فرمائی آپ کرتے ہیں ۔ آپ کے نزدیک باطن کی اصلاح ضروری ہے ۔ ظاہر کی اصلاح ضروری نہیں ۔ لوگ حال (باطن) کو نہیں بلکہ قال (ظاہر) کو دیکھتے ہیں ۔ اگر ظاہر درست نہیں تو باطن کی درستی ان کے ہاں کچھ وقعت نہیں رکھتی ۔ کامل کے لیئے ظاہر و باطن دونوں کی اصلاح ضروری ہے ۔ اگر قال کی اصلاح ہو جائے اور حال کی نہ ہو تو انسان کامل نہیں ہوتا ۔ اور دوسروں کے لئے نمونہ نہیں بن سکتا ۔ اگر حال کی اصلاح ہو جائے اور قال کی نہ ہو تو بھی تکمیل نہیں ہوتی ۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو انسان کامل بنائے بیوی بچے اور اپنے سے چھوٹوں کے سامنے انسان کامل ہو کہ نمونہ بننے کی توفیق عطا فرمائے

امین یا الہ العالمین ط

۱۴ر ذیقعدہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۴ر جون ۱۹۵۶ء

کامیاب زندگی کس کی ہے؟

آج میں عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ کہ کامیاب زندگی کس کی ہے؟ لاہور میں ہزاروں طالب علم ہیں۔ ایک کامیاب ہوتا ہے ۔اور اس کی کامیابی کا ذکر بیسیوں کی زبان پر ہوتا ہے۔ ملازمت کے لئے درخواست دینے والے ہزاروں مگر کامیاب ہونے والے معدودے چند ہوتے ہیں۔ تجارت کرنے والے ہزاروں مگر ان میں سے کامیاب ہونے والے گنتی کے تاجر ہوتے ہیں ۔ غرضیکہ کامیابی کا لفظ زبان زد خلائق ہے۔

کامیابی دو قسم کی ہوتی ہے ۔

۱۔ فانی ۲۔ حقیقی

فانی کامیابی کا تعلق اس دنیا کے ساتھ ہے۔ اور حقیقی کامیابی کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے ۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو حقیقی کامیابی نصیب فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

فانی کامیابی تو ہر شخص سینکڑوں دفعہ حاصل کرتا ہے۔ پرائمری۔ مڈل اور میٹرک کی جماعتوں میں کامیابی حاصل کی۔ یہ سب کامیابیاں یہیں رہ جائیں گی۔ مرنے کے بعد فانی کامیابی بیکار ہو جاتی ہے۔ مثلاً لڑکا پیدا ہوا۔ بہت خوشیاں منائی گئیں۔ وہ دو ماہ بعد مرگیا۔ سب خوشیاں ختم ہوگئیں۔ یہ عارضی خوشی تھی۔ اس کو کامیابی سمجھنا خام خیالی ہے۔ اب میں اس مضمون کو ذرا وضاحت سے عرض کرنا چاہتا ہوں۔

ہم یہاں کے رہنے والے نہیں ہیں۔ یہ عالم ناسوت یا عالم کثرت ہے۔ ہم یہاں عالم ملکوت یا عالم وحدت سے آئے ہوئے ہیں وہاں فقط اللہ تعالیٰ سے تعلق تھا۔ اور کسی سے نہ تھا۔ یہاں آکر بے شمار تعلقات ہوگئے ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں۔ کہ انسان روح کا

نام ہے۔ جسم کا نام انسان نہیں ہے۔ یہ تو اس کا لفافہ ہے۔ روح اس کے اندر ملفوف ہے۔ مرنے کے بعد یہ عقدہ حل ہوتا ہے یہ جسم تو انسان کی لاش ہے۔ آپ میری لاش کو دیکھ رہے ہیں۔ اور میں آپ کی لاشوں کو دیکھ رہا ہوں ۔ روح عالم ملکوت سے آئی ہوئی ہے۔

قرآن مجید میں اس کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ ؕ قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾
(سورۃ بنی اسرائیل ع پ۱۵)

اور وہ آپ سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں (ان سے) فرما دیجئے کہ روح میرے پروردگار کے امر میں سے ہے۔ اور تم کو اس کے متعلق علم نہیں دیا گیا مگر تھوڑا۔

روح کے متعلق ہمیں پتہ نہیں۔ کہ کیا چیز ہے۔ جسم کے متعلق ہمیں پوری معلومات

ہیں - کہ یہ مٹی سے بنا ہوا ہے - یہ
پہلے نطفہ تھا - نطفہ سے علقہ - علقہ
سے مضغہ بنا - پھر اس پر گوشت
پوست اور ہڈیاں چڑھائے گئے - عالم
وحدت میں ہمارا (روح کا) تعلق فقط
اللہ تعالےٰ سے تھا - جب ہمیں اس
عالم کثرت میں لایا گیا - تو ہمارا تعلق
ماں - باپ - بہن - بھائی - بیوی بچوں
وغیرہ سے بھی ہوگیا - یہ سب عزیز
و اقارب بڑے پیارے ہوتے ہیں -
ان سب میں رہنے کے باوجود اللہ
تعالیٰ چاہتے ہیں - کہ حقیقی تعلق میرے
سوا کسی سے نہ رکھا جائے - سورۃ
آل عمران رکوع ۲ پ ۳ میں ان
تعلقات کے متعلق یوں ارشاد فرماتے
ہیں -

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ لوگوں کو مرغوب چیزوں کی

الشَّهَوٰتِ مِنَ	محبت نے فریفتہ کیا ہوا ہے
النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَ	جیسے عورتیں اور بیٹے اور
الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ	سونے چاندی کے جمع کیئے
مِنَ الذَّهَبِ وَ	ہوئے خزانے اور نشان
الْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ	کیئے ہوئے گھوڑے اور
الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ	مویشی اور کھیتی - یہ دنیا
وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ	کی زندگی کا فائدہ ہے اور
مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا	اللہ کے پاس اچھا ٹھکانا
وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ	ہے۔
الْمَاٰبِ ۝	

سب سے پہلے بیوی کا نام لیا - بیوی آئی تو ماں باپ بھول گئے ۔ اس کے بعد بیٹوں کا ذکر فرمایا - ان کے کھانے پینے کے لیئے دولت چاہیئے - پھر اس کا ذکر فرمایا - پھر سواری گائے - بھینس - کھیتی باڑی کا ذکر فرمایا - ان سب کی محبت انسان کے دل میں ڈالی گئی ہے لیکن ان کو دنیا کے ہی سازو سامان کہا گیا۔

ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ ع

کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں۔

ان میں ہی دل نہ گڑ جائے۔ آگے پتے کی بات فرماتے ہیں۔

وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ○

ادھر کے ٹھکانے کا بھی خیال رکھنا۔ اس کے متعلق کسی اللہ والے نے کہا ہے۔

دلا تو رسم تعلق ز مُرغ آبی جو
گرچہ غرق بدریا ست خشک پر برخاست

حج کے سفر میں سمندر میں یہ نظارہ دیکھنے میں آتا ہے۔ سمندر میں ایک آبی پرندہ بیٹھا ہوا نظر آتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک موج آتی ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ غرق ہوگیا۔ اسی طرح موجیں اس کے اوپر سے گزرتی رہتی ہیں۔ جب دل چاہتا ہے۔ وہ اُڑ جاتا ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کے پروں پر کچھ بھی اثر نہیں ہوا۔

کسی دوسرے شاعر نے کہا ہے۔

درمیانِ قعرِ دریا تختہ، بندم کردہ
باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

اس کا بھی وہی مطلب ہے کہ انسان سب میں رہے مگر دل میں سوائے اللہ کے اور کسی سے تعلق نہ ہو۔ اصل کامیابی حاصل کرنے والوں کا ذکر اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ	بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	اور انہوں نے نیک عمل کئے
اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ	یہی بہترین مخلوق ہیں۔ ان کی
الْبَرِیَّةِ ﴿۷﴾ جَزَآؤُهُمْ	جزا ان کے رب کے ہاں
عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ	ہمیشگی کے باغ ہیں۔ جن کے
عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ	نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ اس
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ	میں سدا رہیں گے۔ اللہ ان
خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا	سے راضی ہوا۔ اور وہ
رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ	اللہ سے راضی ہو گئے۔ یہ
رَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ	اس کے لیے (جزا) ہے جو

لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ⑧ اپنے رب سے ڈرا ۔

(سورۃ البینہ پارہ ۳۰)

سورۃ الصفّ رکوع ۲ پارہ ۲۸ میں بھی فرماتے ہیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	اے ایمان والو! کیا میں تمہیں
هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ	ایسی تجارت کا پتہ نہ دوں
تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ	جو تمہیں دردناک عذاب سے
اَلِيْمٍ ⑩ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ	نجات دے ۔ اللہ پر اور اُس
وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ	کے رسول پر ایمان لاؤ اور
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ	اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور
وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ	جانوں سے جہاد کرو یہ تمہارے
لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ⑪	لئے بہتر ہے ۔ اگر تم سمجھتے ہو ۔
يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ	کہ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا
وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ	اور تمہیں جنت میں داخل کردیگا
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا	جس کے نیچے نہریں بہتی
الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً	ہیں اور ہمیشگی کے باغوں میں
فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ	ستھری رہائش گاہیں ۔ یہ بڑی
الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ⑫	کامیابی ہے ۔

اصل کامیابی یہ ہے۔ اس کا پروگرام یہ بتلایا گیا۔

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَتُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ	ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور اللہ کے راستہ میں اپنے نفسوں اور اپنے مالوں سے جہاد کرو۔

اس آئینہ میں مسلمانوں کا منہ دیکھئے۔ کتنے ہیں جن کو اس کامیابی کے حاصل کرنے کا شوق ہے۔ حضورؐ کے دروازہ کا غلام اور کسی اہل اللہ کا تربیت یافتہ ہو تو اس کی صحبت میں یہ رنگ چڑھتا ہے۔ اس کا پروگرام سورۃ البینہ اور سورۃ الصفّ کی مندرجہ بالا آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔ ع

چیست دنیا از خدا غافل شُدن

ایک بنواڑی دنیا دار ہو سکتا ہے۔ اگر اس کا دل خدا کی یاد سے غافل ہے۔ ایک کروڑپتی دین دار ہو سکتا ہے اگر اس کے دل میں خدا

کا خوف ہے اور وہ کمانے اور خرچ کرنے میں رضائے الٰہی کا خیال رکھتا ہے

انسان کو جب ٹھوکر لگتی ہے۔ تو پھر سمجھ آتی ہے کہ اس دنیا میں سب طمع کے یار ہیں بے طمع کا یار فقط اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ یا پھر اللہ والے بے طمع کے یار ہیں۔ ان کو فقط اللہ کے نام سے محبت ہوتی ہے۔

حقیقی کامیابی حاصل کرنے والے حضرات کا ذکر اس آیت میں بھی آتا ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾	بے شک جن لوگوں نے کہا۔ کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر وہ اس پر ڈٹ گئے۔ ان پر فرشتے نازل ہوں گے کہ نہ ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور اس جنت کی خوشخبری ہو جس کا تم کو وعدہ دیا گیا تھا۔
(سورہ حٰم السجدۃ ع ۴ پ ۲۴)	

یہ دنیا اور آخرت میں دونوں جگہ کامیاب ہونے والے ہیں۔ قرآن مجید کی تعلیم اور اللہ والوں کی صحبت ہو تو آہستہ آہستہ ان باتوں کی سمجھ آجاتی ہے اور رنگ چڑھ جاتا ہے جن کو نہ قرآن کی تعلیم اور نہ صحبت نصیب ہے۔ ان کو نہ قبر کا خیال ہے۔ نہ حضورؐ کے حوض کوثر سے پانی پلائے جانے کا خیال ہے۔ ان کے متعلق اکبر الہٰ آبادی مرحوم فرماتے ہیں۔

اُنہوں نے دین کب سیکھا ہے جا کر شیخ کے گھر میں
پلے کالج کے چکر میں مرے صاحب کے دفتر میں

قرآن مجید پڑھنے کے بعد پتہ چلتا ہے۔ کہ اس دنیا میں ہم نہ بی اے پاس کرنے کے لئے آئے ہیں اور نہ جائدادیں بنانے کے لئے۔

اپنا امتحان لیا کیجئے کہ دنیا سے دل برداشتہ ہیں یا دل دنیا کی چیزوں میں گڑا ہوا ہے۔ ایک دفعہ میں اور حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب مرحوم

ایک رئیس کے ہاں ٹھہرے۔ وہاں حضرت مولانا اتنے تنگ ہوئے کہ مجھ سے فرمانے لگے کہ تم نے مجھے جیل خانہ میں ڈال دیا۔ مجھے جلدی یہاں سے نکالو۔ اللہ والوں کو دنیا کی چیزوں سے بُو آتی ہے۔ شریعت نے حرام کی تاثیر کو تسلیم کیا ہے۔ رنڈی کی حرام کی کمائی سے بنی ہوئی مسجد کو شریعت مسجد تسلیم نہیں کرتی اس کے بعد ہم وہاں سے اجازت لے کر حضرت مولانا کے گاؤں میں ایک چھپر میں آ گئے وہاں ان کو چین آیا۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو حقیقی کامیابی نصیب فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین

۱۱ر ذیقعدہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۱ر جون ۱۹۵۶ء

محبت کا لازمی نتیجہ اتباع ہے

آج میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ محبت کا لازمی نتیجہ اتباع ہے۔ انسان کو جس سے محبت

ہوتی ہے۔ اس کا بلا جبر و اکراہ اتباع کرتا ہے۔ جس قدر محبت زیادہ ہوتی ہے اسی قدر اتباع زیادہ ہوتا ہے۔ خوشی سے اتباع محبت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ محبوب کی ہر بات کا احترام کیا جاتا ہے۔ اس کی دل پسند چیزوں کو عمل میں لایا جاتا ہے۔ اس کے احکام کی تعمیل ضروری سمجھی جاتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (متفق علیہ)

حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن (کامل) نہیں ہو سکتا۔ جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور اس کی اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں

اَحَبَّ اسم تفضیل مذکر کا صیغہ ہے۔ اس سے بڑھ کر محبت کا کوئی درجہ نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کی محبت ہونی چاہیئے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔	اور ایسے لوگ بھی ہیں۔جنہوں نے اللہ کے سوا اور شریک بنا رکھے ہیں۔جن سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی کہ اللہ سے رکھنی چاہیئے اور ایمان والوں کو تو اللہ سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔
(سورۃ بقرع ۲۰ پ ۲)	

یہاں بھی اللہ تعالےٰ نے اَشَدُّ اسم تفضیل مذکر کا صیغہ استعمال فرمایا ہے۔ مطلب ہے۔ کہ ایمان داروں کو اللہ تعالےٰ سے جو محبت ہے۔ اس کے مقابلہ میں باقی کسی کی محبّت نہیں ٹھیر سکتی۔ محبّت میں اشدّ ہونے کا ثبوت اتباعِ رسولؐ سے ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات غیر مرئی ہے ہم نے اس کو نہیں دیکھا۔ عام طور پر انسان غیر مرئی چیز سے براہ راست محبت نہیں کر سکتا۔ اس سے محبت کے لئے مرئی نمونہ سامنے ہونا چاہیئے۔ حضورؐ اس قسم کا نمونہ ہیں

اس لئے فرمایا۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (الآیۃ)	کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری تابعداری کرو تاکہ تم سے اللہ محبت کرے

(سورۃ آل عمران ع پ۳)

ہم حضور کا اتباع کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ ہم سے محبت کرنے لگیں گے اتّباع محبت سے ہو گا۔ حضورؐ کی محبّت میں فنا ہونے سے اللہ کی محبّت میں فنا ہونے کا درجہ حاصل ہو گا۔

اصل میں ہم محبت کا تعلق اللہ تعالےٰ سے پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ حضورؐ کے اتّباع میں بھی یہی جذبہ ہو گا۔ کہ اللہ تعالےٰ ہم سے راضی ہو جائیں۔

مُحِبّ اپنے محبوب کی ہر ادا پر فدا ہوتا ہے اور اس کی ہر خواہش کو پورا کرنے کی

کوشش کرتا ہے۔ مثلاً ماں کو اپنے بچہ سے
محبت ہوتی ہے۔ اس محبت کی وجہ سے
اس کے بس میں ہو تو وہ اس کی ہر خواہش
کو پورا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ جس
طرح ایک جابر حاکم ایک بے بس محکوم
سے اپنے ہر حکم کی تعمیل کرواتا ہے۔ اسی
طرح بچہ ماں سے ہر بات منوا لیتا ہے۔
اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو حضورؐ سے اس
قسم کی محبت دل میں رکھنے کی توفیق عطا
فرمائے۔ حضورؐ سے ہم اس لیے محبت کریں
گے کہ وہ رسول اللہ ہیں۔

میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ ع

گفتن و کردن فرقے دارد

یہ قال حال نہیں بنتا۔ جب تک کامل
کی صحبت نصیب نہ ہو۔ کامل سے فیض
حاصل کرنے کے لئے عقیدت۔ ادب اور
اطاعت کی ضرورت ہے۔ حضرت زکریّا ملتانی

رحمتہ اللہ علیہ کاملین میں سے تھے ۔ ایک دفعہ لنگر کا مال کشتی میں آرہا تھا ۔ تو آپ کو کسی خادم نے آکر اطلاع دی ۔ کہ حضرت کشتی بھنور میں پھنس گئی ہے ۔ اور قریب الغرق ہے ۔

فرمایا الحمدُ للہ ۔ تھوڑی دیر بعد پھر کسی خادم نے عرض کی کہ کشتی بھنور سے نکل کر صحیح سلامت کنارے پر پہنچ گئی ۔ آپ نے پھر فرمایا ۔ الحمد للہ

کسی بے تکلف خادم نے عرض کیا ۔ کہ حضرت ! پہلی دفعہ تو انا للہ وانا الیہ راجعون فرمانا چاہیئے تھا ۔ الحمد للہ فرمانا سمجھ میں نہیں آیا ۔

آپ نے فرمایا کہ نہ میں نے پہلی دفعہ بھنور میں کشتی کے پھنس جانے پر الحمد للہ کہا اور نہ دوسری دفعہ اس کے صحیح سلامت کنارے پر پہنچ جانے پر کہا ۔ میں نے ان

دونوں صورتوں میں دیکھا کہ میرے دل کا جو تعلق اللہ کی ذات سے تھا ۔ اس میں خلل نہیں آیا ۔ میں نے اس نعمت پر دونوں دفعہ الحمد للہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو سازوسامان سے ہٹا کر اپنی محبت میں لگا رکھا ہے ۔

یہ ہے ماسوا اللہ سے کٹ جانے کا نمونہ شیخ کامل کا عکس طالب صادق پر پڑتا ہے ۔

حضرت زکریا ملتانی رح کے انتقال کے بعد ان کے صاحب زادہ نے لنگر کا مال سارا اٹھوا دیا ۔ کسی خادم نے جب دریافت کیا ۔ تو فرمایا کہ والد رحمتہ اللہ علیہ تو کامل تھے ان کو اپنے نفس پر اعتماد تھا ۔ کہ وہ سازوسامان میں نہیں پھنسے گا ۔ مجھے اپنے نفس پر اعتماد نہیں ۔ اس لئے اٹھوا دیا ہے ۔ کہ کامل کا عکس ہے ۔

گھڑا جب آوے میں ڈالا جاتا ہے ۔ تو
پکتا ہے ۔ اسی طرح طالب صادق صحبت میں
پکتا ہے ۔ لیکن کامل لاکھوں میں کوئی ہوتا
ہے ۔ وہ نایاب نہیں ۔ کمیاب ضرور ہیں ۔
وہ اللہ تعالےٰ نے بیج کے طور پر
رکھے ہوئے ہیں ۔ تصادم کے وقت پتہ چلتا
ہے ۔ کہ کون سی چیز محبوب ہے ۔ اور
کون سی محبوب نہیں ۔ محبوب کو محب بحال
رکھتا ہے ۔ اور غیر محبوب کو ہٹا دیتا ہے

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم سے ایسی محبت رکھنے کی توفیق
عطا فرمائے ۔ کہ ان کے مقابلہ میں کسی کی
محبت نہ ٹھہر سکے ۔

امین یا الہ العالمینؔ

منشی عبدالحکیم خوشنویس دروازہ شیرانوالہ لاہور

تفاسیر

۱۔ سُورۃ قریش۔ فرائض علمائے کرام اور صوفیائے عظام
قیمت ۱۲ پیسے محصولڈاک ۷ پیسے

۲۔ سُورۃ کوثر۔ اصول ہزیمت اعداء اسلام۔ قیمت ۱۲ پیسے محصولڈاک ۷ پیسے

۳۔ تفسیر مُعوّذتین۔ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس قرآن حکیم کی آخری دو سورتوں کی دلچسپ تفسیر جس میں مصائب میں جائے پناہ کے مضامین درج ہیں قیمت ۱۲ پیسے محصولڈاک ۷ پیسے

۴۔ سورۃ عصر۔ عروج اقوام کے اسباب اور ہر ایک قوم کی سرفرازی کا راز اس سورۃ کے اصول کی پابندی مضمر ہے قیمت ۱۲ پیسے محصولڈاک ۷ پیسے

۵۔ فتح حق یعنی سُورۃ علق۔ قرآن حکیم کا پہلا سبق جس کے پڑھنے سے مردہ قوم میں زندگی کی روح آئے اور خوابیدہ قوم کا بخت بیدار ہو جائے۔ ہدیہ ۲۵ پیسے محصولڈاک ۱۳ پیسے

نوٹ۔ پانچوں تفاسیر ایک جلد میں مجلد ہیں۔ جن کا ہدیہ معہ محصول ڈاک دو روپے ۱۲ پیسے پہلے رقم پیشگی روانہ کریں۔ وی پی ہرگز نہ ہوگا۔

خطبات

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی قدس سرہ العزیز کی ان تقاریر کا مجموعہ ہیں جو آپ ہر جمعہ کی نماز کے عربی خطبہ سے پہلے حاضرین سے خطاب فرماتے تھے آپ فرمایا کرتے کہ خطیب کا فرض ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر تنقیدی نگاہ ڈالے اور بندہ کا جو تعلق اپنے رب سے بگڑا ہوا ہو اس کی اصلاح کتاب وسنت کی روشنی میں کرے جو خطیب ایسا نہیں کر سکتا اسے منبر پر بیٹھنے کا کوئی حق نہیں ہے

غرضیکہ جمعہ کا خطبہ ہفت روزہ "خدام الدین" کی ہر اشاعت میں بالالتزام چھپ کر شائع ہوتا ہے چونکہ یہ خطبات عوام کی اصلاح کے لئے کتاب وسنت کی روشنی میں لکھے گئے ہیں۔ لہٰذا ہر مسلمان کو لازم ہے کہ وہ انہیں خود پڑھے اپنے اہل وعیال کو سنائے۔ ان کے مطالعہ سے دین اسلام کی سمجھ پیدا ہوگی۔ اور ایمان وکفر توحید وشرک، سنت وبدعت اور حق وباطل میں تمیز ہوگی طبیعت بدی سے پرہیز اور نیکی کی طرف راغب ہوگی۔ انشاء اللہ خطبات کا مطالعہ آپ کی نجات کا ذریعہ بن جائے گا۔

ناظم انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور